ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org
39
28 محرم تا 4 صفر 1440ھ/9 تا 15 اکتوبر 2018ء

اس شمارے میں

قصہ آدم وابلیس اور ریاستِ مدینہ

ایمان کے ثمرات ونتائج

مطالعہ کلام اقبال (89)

پاک بھارت اور پاک سعودیہ تعلقات

برداشت کریں؟

فرد اور اجتماعیت

قرآنی عربی اور اس کے دقیق نکات

حسن وزیبائی کی بخشش ونعمت

ہم زندگی کی بناوٹی اور خودساختہ آسائشوں میں اس درجہ منہمک ہو گئے ہیں کہ ہمیں قدرتی راحتوں پر غور کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا، اور بسا اوقات تو ہم اُن کی قدروقیمت کے اعتراف سے بھی انکار کر دیتے ہیں۔ لیکن اگر چند لمحوں کے لیے اپنے آپ کو اس غفلت سے بیدار کر لیں تو معلوم ہو جائے گا کہ کائناتِ ہستی کا حسن وجمال فطرت کی ایک عظیم اور بے پایاں بخشش ہے، اور اگر یہ نہ ہوتی یا ہم میں اس کا احساس نہ ہوتا، تو زندگی، زندگی نہ ہوتی نہیں معلوم کیا چیز ہوتی۔ ممکن ہے موت کی بدحالیوں کا ایک تسلسل ہوتا!

ایک لمحہ کے لیے تصور کیجیے کہ دنیا موجود ہے، مگر حسن وزیبائی کے تمام جلوؤں اور احساسات سے خالی ہے۔ آسمان ہے مگر فضا کی یہ نگاہ پرور نیلگونی نہیں ہے۔ ستارے ہیں مگر اُن کی درخشندگی وجہاں تابی کی یہ جلوہ آرائی نہیں ہے۔ درخت ہیں مگر بغیر سبزے کے۔ پھول ہیں مگر بغیر رنگ وبُو کے۔ اشیاء کا اعتدال، اجسام کا تناسب، صداؤں کا ترنم، روشنی ورنگت کی بُوقلمونی، ان میں سے کوئی چیز بھی وجود نہیں رکھتی یا یوں کہا جائے کہ ہم میں ان کا احساس نہیں ہے۔ غور کریں، ایک ایسی دُنیا کے ساتھ زندگی کا تصور کتنا بھیانک اور ہولناک منظر پیش کرتا ہے؟ ایسی زندگی، جس میں نہ تو حسن کا احساس ہو، نہ حسن کی جلوہ آرائی، نہ نگاہ کے لیے سرور ہو، نہ سامعہ کے لیے حلاوت، نہ جذبات کی رقت ہو، نہ محسوسات کی لطافت، یقیناً عذاب وجانکاہی کی ایک ایسی حالت ہوتی، جس کا تصور بھی ہمارے لیے ناقابلِ برداشت ہے!

لیکن جس قدرت نے ہمیں زندگی دی، اُس نے یہ بھی ضروری سمجھا کہ زندگی کی سب سے بڑی نعمت یعنی حسن وزیبائی کی بخشش سے بھی مالا مال کر دے۔ اُس نے ایک ہاتھ سے ہمیں حسن کا احساس دیا، دوسرے ہاتھ سے تمام دُنیا کو جلوۂ حسن بنا دیا۔ یہی حقیقت ہے جو ہمیں رحمت کی موجودگی کا یقین دلاتی ہے۔ اگر پردۂ ہستی کے پیچھے صرف خالقیت ہی ہوتی، رحمت نہ ہوتی۔ یعنی پیدا کرنے یا پیدا ہو جانے کی قوت ہوتی، مگر افادہ وفیضان کا ارادہ نہ ہوتا، تو یقیناً کائناتِ ہستی میں فطرت کے فضل واحسان کا یہ عالمگیر

مولانا ابوالکلام آزاد

الھدیٰ (822)

دنیوی زندگی کو محض کھیل تماشا نہ سمجھو!

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُورۃُ الاَنۡبِیَاء — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیات:16 تا 18

وَمَا خَلَقۡنَا السَّمَآءَ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَیۡنَہُمَا لٰعِبِیۡنَ ﴿۱۶﴾ لَوۡ اَرَدۡنَاۤ اَنۡ نَّتَّخِذَ لَہۡوًا لَّاتَّخَذۡنٰہُ مِنۡ لَّدُنَّاۤ ٭ۖ اِنۡ کُنَّا فٰعِلِیۡنَ ﴿۱۷﴾ بَلۡ نَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ عَلَی الۡبَاطِلِ فَیَدۡمَغُہٗ فَاِذَا ہُوَ زَاہِقٌ ؕ وَلَکُمُ الۡوَیۡلُ مِمَّا تَصِفُوۡنَ ﴿۱۸﴾

آیت ۱۶ ﴿وَمَا خَلَقۡنَا السَّمَآءَ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَیۡنَہُمَا لٰعِبِیۡنَ ﴿۱۶﴾﴾ ”اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ اُن دونوں کے مابین ہے‘ کھیل کے لیے نہیں بنایا ہے۔“

یعنی ہم نے یہ دنیا کھیل تماشے اور شغل کے لیے نہیں بنائی ہے۔ ہماری ہر تخلیق بامقصد اور اٹل قوانین پر مبنی ہے۔ اسی طرح دنیا میں قوموں کے عروج و زوال کے بارے میں بھی ”سنت اللہ“ اور قواعد وضوابط بالکل غیر مبدل اور ناقابل تغیر ہیں۔

آیت ۱۷ ﴿لَوۡ اَرَدۡنَاۤ اَنۡ نَّتَّخِذَ لَہۡوًا لَّاتَّخَذۡنٰہُ مِنۡ لَّدُنَّاۤ ٭ۖ اِنۡ کُنَّا فٰعِلِیۡنَ ﴿۱۷﴾﴾ ”اگر ہم چاہتے کہ کوئی کھیل بنائیں تو وہ ضرور ہم اپنے پاس سے بنا لیتے‘ اگر ہم یہ کرنے والے ہی ہوتے۔“

آیت ۱۸ ﴿بَلۡ نَقۡذِفُ بِالۡحَقِّ عَلَی الۡبَاطِلِ فَیَدۡمَغُہٗ فَاِذَا ہُوَ زَاہِقٌ ؕ﴾ ”بلکہ ہم حق کو دے مارتے ہیں باطل پر تو وہ اس کا بھیجا نکال دیتا ہے‘ تو جبھی وہ نابود ہو جاتا ہے۔“

یہ تاریخ انسانی کا قرآنی فلسفہ ہے۔ دوسری طرف ایک نظریہ سپنگلر کا بھی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ قوموں کی زندگی ایک فرد کی زندگی سے مشابہ ہے۔ جس طرح ایک بچہ پیدا ہوتا ہے‘ بچپن گزارتا ہے‘ جوانی کو پہنچتا ہے‘ بوڑھا ہوتا ہے اور پھر مر جاتا ہے‘ ایسے ہی دنیا میں قومیں اور ان کی تہذیبیں پیدا ہوتی ہیں‘ ترقی کرتی ہیں‘ بامِ عروج پر پہنچتی ہیں‘ اور پھر کمزوریوں اور خرابیوں کے باعث زوال پذیر ہو کر ختم ہو جاتی ہیں۔

بہر حال آیت زیر نظر میں جو فلسفہ دیا گیا ہے اس کے مطابق دنیا میں حق و باطل کی کشمکش مسلسل جاری ہے۔ ایک طرف ابلیس‘ اس کی نسل اور اس کے ایجنٹ ہیں‘ جبکہ دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے نیک بندے‘ انبیاء و رسل‘ صدیقین‘ شہداء اور مؤمنین صادقین ہیں۔ مشیت الٰہی سے کبھی کبھی یہ کشمکش دھماکہ خیز ہو کر باقاعدہ ایک معرکے کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ ایسے مواقع پر اللہ تعالیٰ طالبانِ حق کی مدد کرتا ہے اور اُن کی طاقت کے ذریعے باطل کو کچل کر رکھ دیتا ہے۔ لیکن یہ مقامِ رفیع صرف وہی قوم حاصل کر سکتی ہے جو قدم قدم پر خود اپنا احتساب کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہو۔

﴿وَلَکُمُ الۡوَیۡلُ مِمَّا تَصِفُوۡنَ ﴿۱۸﴾﴾ ”اور تمہارے لیے تباہی ہے اس کی وجہ سے جو تم لوگ بیان کر رہے ہو۔“

فرمان نبوی

حکومت کی ذمہ داریاں

أَبُوْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((مَنْ طَلَبَ قَضَاءَ الْمُسْلِمِينَ حَتّٰى يَنَالَهُ ثُمَّ غَلَبَ عَدْلُهُ جَوْرَهُ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَمَنْ غَلَبَ جَوْرُهُ عَدْلَهُ فَلَهُ النَّارُ)) (رواہ ابوداوٗد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص نے مسلمانوں کے عہدہ قضا (حاکم) کو طلب کیا حتیٰ کہ اسے پالیا پھر اس کا عدل اس کے ظلم پر غالب آ جائے تو اس کے لئے جنت ہے اور اگر اس کا ظلم اس کے عدل پر غالب آ جائے تو اس کے لئے جہنم ہے۔“

تشریح: اسلام میں اگرچہ طلبِ منصب پسندیدہ فعل نہیں لیکن اِس حدیث کے مطابق اگر کوئی شخص قاضی کا منصب طلب کرتا ہے، پھر اُس کا جنت اور جہنم میں جانے کا انحصار اُس کے عادل اور غیر عادل ہونے پر ہے یعنی اگر عدل کرے گا تو جنت میں جائے گا اور اگر ظلم کرے گا تو جہنم کا حقدار ہوگا۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

28 محرم تا 4 صفر 1440ھ جلد 27
9 تا 15 اکتوبر 2018ء شمارہ 39

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا--------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ادار یہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصۂ آدم و ابلیس اور ریاستِ مدینہ

قرآن حکیم میں قصۂ آدم و ابلیس سات مرتبہ آیا ہے۔ یہ انتہائی غیر معمولی بات ہے۔ اللہ رب العزت جو حاکم مطلق ہونے کے ساتھ ساتھ حکیم مطلق بھی ہے حقیقت یہ ہے کہ انسان کا جیسا وہ خیر خواہ ہے کائنات میں کوئی اور نہ ہوگا، نہ ہوسکتا ہے۔ پھر یہ کہ انسان کی عظمت اور اللہ کی اُس سے محبت کا اندازہ کریں کہ وہ ابلیس کو غضبناک ہو کر خطاب فرماتا ہے کہ تجھے اُس کو سجدہ کرنے میں کیا عذر مانع ہوا جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا۔ اس قصہ کو بار بار دہرانے کا مقصد یہ ہے کہ اس میں انسان کے لیے زبردست رہنمائی ہے۔ انسان کا ہیولہ تیار کرنے اور اُس میں اپنی روح میں سے پھونکنے کے بعد اللہ نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ انسان کو سجدہ کریں۔ قرآن پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ فرشتوں پر اپنے اس ارادے کا اظہار کر چکا تھا کہ وہ کھنکھناتی مٹی سے بنائے ہوئے انسان کو زمین میں اپنے خلیفہ کی حیثیت سے بھیج رہا ہے۔ اِس پر فرشتوں نے اس تحفظ کا اظہار کیا کہ وہ زمین میں خون خرابہ کرے گا جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ لہٰذا جب اُنہیں سجدہ کرنے کا حکم ہوا تو وہ بے چون و چرا آدم کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے سوائے ابلیس کے۔ گویا فرشتوں نے اپنے تحفظ کا اظہار تو کر دیا لیکن حکم پر حرف بہ حرف عمل کیا اور اپنے تحفظ کو بالائے طاق رکھ دیا۔

اسی نوعیت کا معاملہ آدم علیہ السلام کا بھی ہوا۔ اُنہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ جنت میں جو چاہیں کھائیں پییں لیکن متنبہ فرما دیا کہ فلاں درخت کا پھل نہ کھائیں، اور قبل از وقت شیطان کی دشمنی سے بھی آگاہ کر دیا۔ لیکن شیطان اُنہیں ورغلانے میں کامیاب ہو گیا۔ پہلے انسانی جوڑے کو جونہی اپنی غلطی کا احساس ہوا وہ تائب ہوئے اور ایسے الفاظ میں معافی مانگی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اُسے درج کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لیا: ''اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کھایا تو یقیناً ہم ہوں گے خسارہ پانے والوں میں۔'' (الاعراف: 23) یعنی عاجزی اور انکساری سے اپنی بھول پر رجوع کر لیا۔ لہٰذا اُنہیں معاف کر دیا گیا۔ جبکہ ابلیس لعین کا رویہ مکمل طور پر اس کی ضد تھا۔ اُس نے آدم کو سجدہ نہ کر کے نافرمانی کی اور معصیت کا ارتکاب کیا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے حکم عدولی پر پُرسش کی تو اعتراف جرم اور اظہار ندامت کی بجائے وہ بحث و دلیل میں پڑ گیا۔ کہا، خدایا مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا اور انسان کو مٹی سے جبکہ آگ، مٹی سے افضل ہے۔ یہ عذرِ گناہ تھا۔ یہ گناہ اور جرم پر اصرار تھا، یہ تکبر تھا۔ جس پر غضب الٰہی کا ظہور ہوا اور وہ راندۂ درگاہ ہو گیا۔ ابلیس کی شیطنت اور تکبر جاری رہا اور اُس نے اللہ سے قیامت تک کی مہلت مانگ لی، تاکہ وہ اپنے دشمن انسان کو گمراہ کرتا رہے۔ اللہ نے اُسے یہ مہلت عطا فرما دی، تاکہ اس سے بندوں کی آزمائش بھی ہو سکے۔ البتہ اللہ نے انسان کو بھی آگاہ کر دیا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔

یہاں ایک نکتہ کی وضاحت از حد ضروری ہے۔ ابلیس کا لغوی مطلب ہے مایوس شدہ۔ ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابلیس تو اپنے کام یعنی بندوں کو گمراہ کرنے کے حوالے سے مایوس ہوتا ہی نہیں۔ کوئی شخص زہد وتقویٰ کی کتنی ہی منازل کیوں نہ طے کرلے۔ شیطان مایوس نہیں ہوتا، بلکہ ایسے متقی اور پرہیزگار انسان پر بڑھ بڑھ کر حملے کرتا ہے۔ دائیں بائیں، آگے اور پیچھے سے آتا ہے اور ایسے ایسے وسوسے پیدا کردیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر انسان ان حملوں سے بچ ہی نہیں سکتا۔ تو پھر اُسے ایسا نام کیوں دیا گیا، جس کا مطلب ہو مایوس شدہ۔ حقیقت یہ ہے کہ اُس کی مایوسی اپنے حوالے سے ہے یعنی اُس کا راندۂ درگاہ ہونا حتمی اور قطعی ہے، کیونکہ اُسے یہ سزا انسان کی وجہ سے ملی۔ لہٰذا وہ انسان کا بدترین دشمن ہے اس مصرعہ کے مصداق ع ہم تو ڈوبے ہیں صنم، تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔

اللہ رب العزت اپنی مقدس کتاب میں قصۂ آدم وابلیس کو بار بار دہرا کر انسان کو یاد دلاتا ہے کہ تمہیں آدم کا راستہ اختیار کرنا ہے، غلطی اور خطا کے تم پتلے ہو، لہٰذا میرا غضب محض تمہاری خطا پر نہیں بھڑکے گا، ہاں تم سنبھلو، رجوع کرو اور معافی کے طلب گار بنو، میں غفور ورحیم بھی ہوں، کریم اور تواب بھی ہوں۔ لیکن اگر تم نے ابلیس کی پیروی کی، اُس جیسا رویہ اختیار کیا، اپنے گناہ پر اصرار کیا اور ڈھٹائی کا مظاہرہ کیا تو پھر تمہارا انجام بھی ابلیس کے ساتھ ہوگا۔ کیونکہ ایسی روش اختیار کرنے والوں کے لیے میں جبار بھی ہوں، قہار بھی ہوں۔ اجتہادی خطا تو حضرت یونس علیہ السلام جیسے پیغمبر سے بھی ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں پکڑ کی لیکن جب انہوں نے مچھلی کے پیٹ سے پکارا (ترجمہ) ''تیرے سوا کوئی معبود نہیں، پاک ہے تیری ذات اور میں خطا کاروں میں سے ہوں'' (الانبیاء:87) تو اللہ نے آپ کی توبہ قبول فرمائی اور مچھلی نے اُنہیں ساحل پر اُگل دیا۔ اللہ نے صحت عطا فرمائی اور آپ توانا ہوگئے۔

مسلمانانِ برصغیر نے اللہ سے وعدہ کرکے ایک خطۂ زمین حاصل کیا تھا کہ ہم پاکستان کے نام سے ایک اسلامی فلاحی ریاست بنائیں گے اور اسلام کے چہرے پر دورِ ملوکیت میں جو پردے پڑ گئے تھے، اُنہیں ہٹا کر اسلام کا حقیقی، بے داغ اور روشن چہرہ دنیا کو دکھائیں گے۔ لیکن قیامِ پاکستان کے بعد اہل پاکستان محض گفتار کے غازی ثابت ہوئے۔ ہمارے کردار اور افعال میں اسلام دور دور تک نظر نہ آیا۔ اُنہوں نے محض نعرہ بازی سے اللہ کو دھوکا دینے کی کوشش کی جبکہ اس کا فیصلہ تو اللہ تعالیٰ پہلے ہی اپنی آخری مقدس کتاب میں سنا چکا تھا کہ جو لوگ اللہ کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں حقیقت میں وہ صرف خود کو دھوکا دے رہے ہوتے ہیں۔ ہم اس دھوکا بازی میں ستر سال گزار چکے ہیں۔ ہم اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی رجوع الی اللہ کی سنت کو نہیں اپنارہے بلکہ اپنے بدترین دشمن ابلیس لعین کی طرح بحث وتمحیص، دلیل اور تاویل میں پڑ گئے ہیں۔ ہم نے کج روی اختیار کرلی۔

لہٰذا جب پاکستان چوبیس سال کا تھا تو اللہ نے اہل پاکستان کو جھنجھوڑا۔ ایک کوڑا اُن کی پیٹھ پر مارا۔ شاید کہ یہ سنبھل جائیں۔ لیکن اس کاری ضرب کے باوجود ہم نے لوٹنے سے اور صراطِ مستقیم پر آنے سے انکار کردیا۔ اپنی پرانی روش اور طور طریقے جاری رکھے۔ لہٰذا ہم پر ذلت ومسکنت مسلط ہونا شروع ہوگئی۔ ہم ایٹمی قوت ہیں، لیکن خوف سے لرزتے رہتے ہیں۔ ہمارا ملک ایک زرعی ملک ہے۔ ہمارا پڑوسی دشمن ہماری آنکھوں کے سامنے ہماری زمینوں کو بنجر کررہا ہے لیکن ہم میں اس کا ہاتھ روکنے کی ہمت نہیں، لہٰذا ہم پر بھوک کا خوف بھی مسلط ہے۔ کبھی امریکہ کی مکمل غلامی اختیار کی ہوئی تھی جو کسی قدر اب بھی ہے لیکن اب اپنے جغرافیائی تحفظ کے لیے چین کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ نظریاتی سرحدوں کو کھلا چھوڑا ہوا ہے اور وہ غیر محفوظ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب ہم نے دین اسلام کو اپنی قومیت کی جڑ اور بنیاد تسلیم کرنے سے انکار کیا تو خلا پیدا ہوگیا، جسے صوبائی، علاقائی اور لسانی تعصب نے پُر کیا۔ قرآن وسنت سے دور ہوئے تو فتنوں نے سر اٹھایا۔ فرقہ واریت نے سوچ اور فکر میں زہر بھر دیا۔ عقل وفہم پر جوش اور دیوانگی غالب آگئی۔ ہم صبر وتحمل کا دامن چھوڑ بیٹھے اور ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگے۔ ہمارے سر کی آنکھیں موجود اور ظاہراً روشن ہیں لیکن ہمیں کچھ سجھائی نہیں دے رہا۔ اس لیے کہ دل کی آنکھیں اندھی ہوچکی ہیں۔ ہم باطنی بصیرت سے محروم ہوچکے ہیں۔ اس پس منظر میں کوئی جزوی اصلاحی کوشش ہماری ناؤ کو ڈوبنے سے بچا نہیں سکتی۔

ہم تحریک انصاف کی نئی حکومت کے پاکستان کو ریاست مدینہ کے مثل بنانے کے دعویٰ کا خیر مقدم کرتے ہیں ہم اُنہیں وقت دینا چاہتے ہیں لیکن نعروں کو عملی جامہ پہنانے کے حوالے سے ہمارا ماضی ہرگز ہرگز قابل رشک نہیں۔ اِسی ملک میں تحریک نظامِ مصطفیٰ جیسی بے مثل تحریک چلی لیکن بھٹو کی رخصتی کے بعد دم توڑ گئی۔ ضیاء الحق نے اسلام اسلام کی رَٹ بہت لگائی، لیکن تاریخ نے گواہی دی کہ سب سیاسی کھیل تھا۔ وہ پاکستان میں نفاذ کے حوالے سے نہ مردِ مومن، نہ مردِ حق ثابت ہوا۔ اللہ کرے کہ نئی حکومت ریاستِ مدینہ کے نعرے کو اپنے سیاسی مقاصد کے لیے استعمال نہ کرے۔ ہم حکومت خصوصاً عمران خان کو واضح اور دوٹوک انداز میں متنبہ کرتے ہیں کہ اگر ریاست مدینہ کا نعرہ سیاسی مفادات کی زد میں آکر عملی تعبیر کو نہ پہنچا تو یاد رکھیں تاریخ نے مضبوط کرسی کے دعوے دار کو تختہ دار پر چڑھا دیا تھا۔ تین مرتبہ وزیراعظم بننے والے نواز شریف کو اپنی ہی حکومت میں ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑا اور وہ سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیے گئے۔ نام نہاد مردِ حُر آصف علی زرداری کسی اور پر بھاری ہوا یا نہیں پاکستان پر بہت بھاری رہا۔ آج کل وہ عدالتوں کے چکر کاٹ رہا ہے۔ مکے لہرانے والا پرویز مشرف دربدر کی ٹھوکرے کھا رہا ہے۔ محترم وزیراعظم صاحب اسلام پاکستان کی بنیاد ہے۔ اسلام پاکستان کا مقدر ہے۔ اسلام اُس دور کی ریاستِ مدینہ کی مثل چاہے نہ بن سکے اور شاید ایسا ممکن بھی نہ ہو، اُس سے کچھ مشابہت ہی ہوجائے تو آپ دنیا اور آخرت میں سرخرو ہوں گے وگرنہ ہم یہ کہتے ہوئے ہرگز ہرگز نہیں جھجکیں گے کہ آپ کا انجام اپنے تمام پیش روؤں سے زیادہ المناک ہوگا۔ آپ عبرت کا نشان بنا دیے جائیں گے اور شاید پاکستان کے لیے بھی یہ آخری موقع ہو۔ غیر اسلامی پاکستان کے وجود کا کوئی جواز نہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم شیطان لعین اور اُس کے دُنیوی چیلوں کے تمام حربے ناکام بنا کر اپنے باپ آدم علیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے تائب ہوں اور پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے میں کامیاب ہوجائیں۔ آمین یارب العالمین!

ایمان کے ثمرات ونتائج

(سورۃ التغابن کے دوسرے رکوع کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں تنظیم اسلامی کے مرکزی ناظم تعلیم وتربیت محترم خورشید انجم کے 28 ستمبر 2018ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

قارئین محترم! آج ان شاء اللہ ہم سورۃ التغابن کے دوسرے رکوع کا مطالعہ کریں گے، جس کا موضوع ہے: ''ایمان کے ثمرات ونتائج''۔ پہلے رکوع میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ ایمانیات ثلاثہ (ایمان باللہ، ایمان بالآخرت اور ایمان بالرسالت) کیا ہیں۔ اب ایمان کوئی ایسا معاملہ نہیں ہے کہ اس کا کوئی نتیجہ ہی نہ نکلے، یا اس کا کوئی ثمرہ ہی نہ ہو۔ جیسے بعض درخت ہوتے ہیں جو بالکل سیدھے اوپر جاتے ہیں، لیکن ان کے ساتھ نہ پھول لگتے ہیں اور نہ پھل لگتے ہیں۔ ایمان کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔ ایمان ایک پھل دار درخت ہے۔ سورۃ التغابن کے اس دوسرے رکوع میں ایمان کے انہی ثمرات واثرات کو بیان کیا گیا ہے جو ایک فرد کی ذاتی زندگی پر مرتب ہوتے ہیں۔ اس میں سب سے پہلے جس چیز کا ذکر کیا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ انسان پر کچھ حوادث، واقعات اور تغیرات اثر انداز ہوتے ہیں اور اس موقع پر ایک بندۂ مومن کا کیا نقطۂ نظر ہونا چاہیے۔ فرمایا: ﴿مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ط﴾ ''نہیں آتی کوئی مصیبت مگر اللہ کے اذن سے۔''

اصاب کوئی خوشگوار معاملہ بھی ہوسکتا ہے اور ناخوشگوار بھی۔ لیکن ہم عموماً ناخوشگوار واقعہ سے زیادہ اثر لیتے ہیں یعنی تکلیف، رنج اور مصیبت کے تھوڑے سے لمحات بھی انسان کو بہت زیادہ محسوس ہوتے ہیں۔ سورۃ الحدید میں اس موضوع کو مزید کھولا گیا:

''نہیں پڑتی کوئی پڑنے والی مصیبت زمین میں اور نہ تمہاری اپنی جانوں میں مگر یہ کہ وہ ایک کتاب میں درج ہے اس سے پہلے کہ ہم اسے ظاہر کریں۔ یقیناً یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔'' (آیت:22)

یعنی زمین پر زلزلے اور سیلاب آتے ہیں۔ اسی طرح انفرادی طور پر انسان پر پریشانی، رنج، بیماری وغیرہ آتی رہتی ہے۔ یہ چیزیں انسان پر بہت گراں اور مشکل محسوس ہوتی ہیں لیکن اللہ کے لیے بہت آسان ہیں۔ اس کی حکمت کیا ہے:

﴿لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ﴾ ''تاکہ تم افسوس نہ کیا کرو اُس پر جو تمہارے ہاتھ سے جاتا رہے'' (الحدید:23)

انسان کا یہ معاملہ ہے کہ اس سے کوئی چیز کھو جائے تو بہت افسوس کرتا ہے۔ انٹرویو کے لیے جانا تھا، لیکن کسی وجہ سے لیٹ ہوگیا، یا کوئی کاروباری معاملہ تھا جس میں بڑا اچھا چانس تھا، ایک opportunity مل رہی تھی لیکن کسی وجہ سے وہ مس ہوگئی۔ اب انسان ہاتھ ملتا رہتا ہے کہ یہ کیوں ہوگیا، نہیں ہونا چاہیے تھا۔ اگر میں یہ کرلیتا تو یوں ہوتا۔

مرتب: ابوابراھیم

انسان ایسے خیالات میں مبتلا ہوکر اپنا آپ تباہ کرلیتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ تو پہلے سے لکھا ہوا ہے۔ اللہ کو تو معلوم ہے اور ہوسکتا ہے یہ تمہارے فائدے میں ہی ہو۔ کسی کی فلائٹ مس ہوگئی پتا چلا آگے جاکر جہاز کریش ہوگیا۔ اب ہوسکتا ہے اس وقت وہ بڑا تلملا رہا ہو کہ میری فلائٹ مس ہوگئی اور وہ عملے سے لڑ بھی رہا ہوگا لیکن بعد میں اس کی کیا کیفیت ہوگی۔ اسی طرح اور کتنے معاملات ہوتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے خیر ہی خیر لکھا ہوا ہے لیکن ہمیں اس کا احساس نہیں ہوتا۔ صدمہ پہنچتے ہی انسان آپے سے باہر ہوجاتا ہے۔ اپنے کنٹرول میں نہیں رہتا۔ یہ کیفیت نہیں ہونی چاہیے۔ بلکہ یہ یقین رکھنا چاہیے کہ جو بھی تکلیف یا مصیبت آرہی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ تسلیم ورضا کی کیفیت ہونی چاہیے کہ میرے اللہ کو معلوم ہے یہ میرے حق میں بہتر ہوگا۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے اس کے ہر معاملے میں خیر ہی خیر ہے۔ اگر اسے کوئی نعمت ملتی ہے تو اس پر شکر ادا کرتا ہے۔ اس میں بھی اس کے لیے خیر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اجروثواب رکھا ہے اور اسے کوئی تکلیف، رنج یا مشکل آتی ہے تو اس میں وہ صبر کرتا ہے اور وہ بھی اس کے لیے خیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اس میں بھی اجروثواب رکھا ہے۔ یہ چیز سوائے مومن کے اور کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اس میں اس تاثر کی نفی نہیں کی گئی کہ اسے فوری طور پر کوئی صدمہ پہنچتا ہے تو وہ اس کا اثر قبول نہیں کرتا۔ بلکہ خود نبی کریم ﷺ کے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے پھر آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ آنکھ آنسو بہا رہی ہے اور دل غمگین ہے لیکن ہم زبان سے وہی کہیں گے جس میں ہمارے رب کی رضا ہے۔ اصل چیز یہ ہے کہ انسان اس غم کو اپنے اوپر مستقل طاری نہ کردے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ اس طرح کے معاملات میں بعض اوقات کفریہ کلمات منہ سے نکالے جاتے ہیں۔ اگر کسی کا جوان بیٹا یا بیٹی فوت ہوجائے تو اس کے بھائی بہن وغیرہ صدمہ کی کیفیت میں غلط الفاظ منہ سے نکال دیتے ہیں۔ لیکن ایمان والوں کی یہ کیفیت نہیں ہوتی بلکہ:

﴿وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ط وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١١﴾﴾ ''اور جو کوئی اللہ پر ایمان رکھتا ہے وہ اُس کے دل کو ہدایت دے دیتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔''

اس درجے کا ایمان، اس درجے کا یقین ہو کہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ اللہ کو معلوم ہے اور اس کے اذن سے ہوتا ہے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ مزید ہدایت دے دیتا ہے۔ آگے فرمایا:

﴿وَاَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ ۚ﴾ ''اور اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول (ﷺ) کی۔''

بندۂ مومن کا ہر فعل اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہوتا ہے۔

﴿فَاِنۡ تَوَلَّیۡتُمۡ فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوۡلِنَا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۱۲﴾﴾ ''پھر اگر تم نے پیٹھ موڑ لی تو جان لو کہ ہمارے رسول (ﷺ) کے ذمے تو صرف صاف صاف پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے پوری طرح بات کو پہنچا دیا۔ پورے کا پورا دین آپ ﷺ نے سکھا دیا۔ لہٰذا اب اُمت کو چاہیے کہ وہ اس دین کی پیروی کریں۔ خود بھی اس دین پر عمل کریں اور اسے دوسروں تک بھی پہنچائیں۔ اس دین میں سکھا دیا گیا ہے کہ غم، مصیبت اور پریشانی میں اللہ کی رضا پر راضی رہنا ہے اور اسی پر توکل کرنا ہے:

﴿اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ؕ وَعَلَی اللّٰہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۳﴾﴾ ''اللہ وہ ہے کہ اُس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ پس اہل ایمان کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے۔''

بندۂ مومن کا اسباب کے حوالے سے طرزِ فکر یہ ہوتا ہے کہ اس کا سارا بھروسا، سارا توکل اللہ کی ذات پر ہوتا ہے۔ اس میں اسباب کی نفی نہیں کی جا رہی کہ انسان ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائے۔ بلکہ

﴿وَاَعِدُّوۡا لَہُمۡ مَّا اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ قُوَّۃٍ وَّمِنۡ رِّبَاطِ الۡخَیۡلِ﴾ ''اور تیار رکھو اُن کے (مقابلے کے) لیے اپنی استطاعت کی حد تک طاقت اور بندھے ہوئے گھوڑے'' (الانفال:60)

نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ اونٹ کہاں باندھا ہے۔ اس نے کہا کہ اللہ کے توکل پر میں چھوڑ آیا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ توکل یہ نہیں ہے۔ بلکہ پہلے جا کر اس اونٹ کو باندھو پھر توکل کرو۔ یعنی انسان تمام اسباب کو بروئے کار لائے اور اس کے بعد اللہ پر توکل کرے۔ گاڑی تیار ہے، پٹرول بھی ہے، سارے پرزے ٹھیک ہیں لیکن ذہن یہ ہو کہ اللہ چاہے گا تو میں صبح جا سکوں گا۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی کہ اے میرے بیٹے جان لو فاعل حقیقی صرف اللہ کی ذات ہے اور تاثیر صرف اللہ کی طرف سے ہے۔ ورنہ کسی چیز کے اندر کوئی تاثیر نہیں ہے۔ آگ جلاتی ہے لیکن اللہ کا حکم نہیں تھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہیں جلایا۔ پانی ڈبوتا ہے لیکن اللہ کا حکم نہیں تھا تو پانی چٹانوں کی طرح کھڑا ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل آسانی سے وہاں سے گزر گئے۔ لہٰذا اصل تاثیر اللہ کے اذن سے ہے۔ لہٰذا بندۂ مومن صرف اللہ پر ہی بھروسا کرتا ہے۔ اس کے اندر یہ چیز کبھی پیدا نہیں ہوتی کہ چونکہ میں نے یہ کر لیا، وہ کر لیا لہٰذا میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ بلکہ اس کا یقین ہوتا ہے کہ اللہ چاہے گا تو ہو گا۔ آگے فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ مِنۡ اَزۡوَاجِکُمۡ وَاَوۡلَادِکُمۡ عَدُوًّا لَّکُمۡ فَاحۡذَرُوۡہُمۡ ۚ﴾ ''اے ایمان کے دعوے دارو! تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں، سو ان سے بچ کر رہو۔''

انسان اس دنیا میں تنہا نہیں ہے۔ اس کے اردگرد اس کے بیوی بچے ہیں، بہن بھائی ہیں، والدین ہیں اور دیگر رشتہ دار ہیں۔ ان سب سے انسان کو محبت ہوتی ہے۔ ان تمام محبتوں میں سب سے قوی محبت بیوی بچوں کی ہے اور یہی محبت خطرے کی نشانی ہے۔ وہ ان کے لیے دن دیکھتا ہے نہ رات۔ جاب بھی کر رہا ہے اوورٹائم بھی لگاتا ہے۔ دکان پر صبح سویرے جاتا ہے اور رات کے اندھیرے میں واپس آتا ہے۔ اتنی محنت اور مشقت جن کے لیے وہ کر رہا ہے قرآن کہتا ہے کہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ تمہارے لیے ایک "Potential danger" ہے۔ اس لیے کہ تم ان کی محبت میں اللہ کی حدود کو پھلانگ نہ دو۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

پریس ریلیز 05 اکتوبر 2018ء

وزیر خارجہ نے بھارت کی ریاستی اور غیر ریاستی دہشت گردی کو عالمی فورم پر بے نقاب کیا ہے

جنرل اسمبلی میں ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی رہائی کا مطالبہ کرنا بھی ایک خوش آئند قدم ہے

امریکی صدر کا یہ بیان کہ سعودی حکومت ہمارے بغیر دو ہفتے بھی نہیں چل سکتی، سعودی حکومت اور امت مسلمہ کے لیے قابل شرم ہے

حافظ عاکف سعید

وزیر خارجہ کا اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں اُردو میں خطاب کرنا قابل تحسین ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی نے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے مطالبہ کیا کہ اندرونِ ملک بھی سپریم کورٹ کے فیصلے پر عمل کرتے ہوئے اُردو ہی کو سرکاری زبان کی حیثیت دی جانی چاہیے۔ اُنہوں نے کہا کہ پاکستان کے وزیر خارجہ نے بھارت کی ریاستی اور غیر ریاستی دہشت گردی کو عالمی فورم پر بجا طور پر بے نقاب کیا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ بھارت نے پشاور میں آرمی پبلک سکول کے معصوم چھوٹے بچوں کا قتل عام کیا اور مستونگ میں دہشت گردی کا ارتکاب کیا جس سے سینکڑوں بے گناہ اور معصوم لوگ شہید ہو گئے۔ اِن واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ حقیقت میں بھارت خود دہشت گردی کا ارتکاب کرتا ہے اور پھر الزام پاکستان پر تھوپ دیتا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ دنیا کو پاکستان کی اس بات کو تسلیم کرنا چاہیے کہ ہالینڈ میں گستاخانہ خاکوں کی نمائش منافرت (hate speech) پر مبنی طرزِ عمل ہے جس کو عالمی قانون کی زد میں آنا چاہیے۔ جنرل اسمبلی میں ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی رہائی کا مطالبہ کرنا بھی ایک خوش آئند قدم ہے۔ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے اس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہ سعودی حکومت ہمارے بغیر دو ہفتے بھی نہیں چل سکتی۔ اُنہوں نے کہا کہ امریکی صدر کا ایسا بیان درحقیقت سعودی حکمرانوں کا تمسخر اُڑانا ہے جو امت مسلمہ کے لیے قابل شرم ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس پر سعودی حکومت ہی سے نہیں پورے عالم اسلام کی طرف سے سخت ردعمل آنا چاہیے۔ افسوس کہ ابھی تک اس حوالے سے سعودی حکمرانوں نے پُراسرار خاموشی اختیار کی ہوئی ہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

انتہائی نادان ہے وہ شخص جو دوسروں کی دنیا بنانے کے لیے اپنی آخرت برباد کر لیتا ہے۔ آج یہی ہو رہا ہے۔ آپ کسی سے بھی پوچھ لیجیے تو وہ کہے گا کہ بس جی سب بچوں کے لیے ہی کر رہا ہوں تا کہ یہ کسی اچھے مقام پر پہنچ جائیں۔ ان کا مستقبل سنور جائے۔ اسی لیے خبردار کیا جا رہا ہے کہ کہیں ان کا مستقبل سنوارتے سنوارتے تم اپنی آخرت ہی نہ خراب کر بیٹھو۔ لہٰذا ان کے لیے محنت و مشقت ضرور کرو لیکن اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کے دائرے کے اندر رہ کر کرو۔ یہی محبت کا اصل تقاضا ہے کہ انہیں بھی شریعت کے دائرہ کے اندر رہ کر زندگی گزارنے کا موقع دیا جائے۔ فرمایا:

﴿وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۴﴾ ’’اور اگر تم معاف کر دیا کرو اور چشم پوشی سے کام لو اور بخش دیا کرو تو اللہ بہت بخشنے والا‘ نہایت مہربان ہے۔‘‘

یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ اس معاملے میں ایک توازن قائم کر دیا۔ ایک طرف بیوی بچوں کو دشمن قرار دے کر خبردار کیا جا رہا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم انہیں واقعی دشمن سمجھ کر گھر کو میدان جنگ بنا لو۔ ہر وقت ڈانٹ ڈپٹ کی کیفیت ہو۔ جب والد گھر آئے تو سب بچے سہم کر ایک کونے میں دبک جائیں۔ نہیں! بلکہ سختی بھی رکھو لیکن ایک حکمت کے ساتھ۔ اگر ان سے کوئی غلطی ہو جائے تو معاف کر دیا کرو اور نظر انداز کر دیا کرو۔ کیونکہ اللہ بھی تو غفور و رحیم ہے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہاری مغفرت کرے۔ سورۃ النور میں فرمایا

﴿وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۲﴾ ’’اور چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر سے کام لیں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کرے؟ اور اللہ بہت بخشنے والا‘ نہایت مہربان ہے۔‘‘ (آیت:22)

قرآن نے صرف تمہیں خبردار کرنے کے لیے انہیں دشمن قرار دیا ہے تا کہ تم ان کی محبت میں اپنی آخرت نہ خراب کر لو۔ جبکہ حقیقت یہ بھی ہے کہ نیک اولاد اور بیوی صدقہ جاریہ بھی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پوری دنیا ایک متاع ہے اور بہترین متاع نیک بیوی ہے۔ اسی طرح صالح اولاد کو نبی کریم ﷺ نے صدقہ جاریہ قرار دیا۔ انسان کا نامہ اعمال موت کے بعد رک جاتا ہے۔ صرف تین چیزیں ایسی ہیں جو مرنے کے بعد کام آتی ہیں۔ ان میں سے ایک نیک اولاد بھی ہے۔ نیک اولاد دنیا میں جتنے اچھے کام کرے گی اور والدین کے لیے دعا مغفرت کرے گی۔ اتنا ہی والدین کے نامۂ اعمال میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ جیسے کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص کے درجات اچانک بلند ہو جاتے ہیں۔ وہ پوچھتا ہے کہ اے اللہ یہ میرے درجات کیوں بلند ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں تمہاری فلاں اولاد نے تمہارے حق میں دعائے مغفرت کی ہے جس کی وجہ سے تمہارے درجات بلند ہو گئے ہیں۔

یہاں اصولی ہدایت دی جا رہی ہے کہ تم نے اہل و اولاد کے ساتھ متوازن رویہ رکھنا ہے۔ اسی لیے اولاد کے بارے میں پھر خصوصی طور پر کہا گیا کہ:

﴿اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ﴾ ’’تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے لیے امتحان ہیں۔‘‘

فتنہ اس کسوٹی کو کہتے ہیں جس پر سونے کو پرکھا جاتا ہے کہ یہ خالص ہے یا نہیں ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ یہ مال اور اولاد تمہارے لیے ایک آزمائش ہیں۔ اسی آزمائش میں یہ پرکھا جائے گا کہ تم کتنے خالص ہو۔ کتنا اللہ کا حکم مانتے ہو۔ یا پھر ان کی محبت میں اللہ کی حکم عدولی کرتے ہو۔ پھر یہ کہ اولاد کی تربیت کی ذمہ داری ادا کرتے ہو یا نہیں۔ انہیں دین سکھاتے ہو یا نہیں۔ انہیں حلال حرام کی تمیز سکھاتے ہو یا نہیں۔ لہٰذا اولاد کی تربیت بھی ایک بہت بڑی آزمائش ہے اس آزمائش پر جو پورا اُتر گیا تو اس کو دہرا فائدہ ہے کہ اللہ کی طرف سے بھی اجر ملے گا اور اس کی اولاد بھی اس کے لیے صدقہ جاریہ بنے گی۔ اسی لیے آگے فرمایا:

﴿وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۱۵﴾ ’’اور اللہ ہی کے پاس اجر عظیم ہے۔‘‘

اس اجر عظیم کے مستحق بننے کے لیے ضروری ہے کہ:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا﴾ ’’پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اپنی حد امکان تک‘ اور سنو اور اطاعت کرو‘‘

اللہ کی نافرمانی و ناراضگی سے بچنے کا نام تقویٰ ہے۔ گویا آپ دنیا کی اس زندگی میں ایک ایسے خاردار راستے پر ہیں جہاں جھاڑیاں ہیں، کانٹے ہیں لیکن آپ نے اس راستے سے گزرنا بھی ہے اور اپنے کپڑوں کو ان کانٹوں اور جھاڑیوں سے بچا کر بھی رکھنا ہے۔ تقویٰ یہ نہیں ہے کہ گھر بار، بیوی بچوں کو چھوڑ کر جنگلوں میں چلے جاؤ اور غاروں میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرو۔ بلکہ تمام تر کاروبار زندگانی میں حصہ بھی لینا ہے اور اپنے دامن کو گناہوں سے، اللہ کی نافرمانی سے بچانا بھی ہے۔ سورۃ آل عمران میں فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ﴾ ’’اے اہل ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جتنا کہ اُس کے تقویٰ کا حق ہے۔‘‘ (آیت:102)

اس آیت کو سن کر صحابہؓ لرز اٹھے کہ اللہ کے تقویٰ کا کون حق ادا کر سکتا ہے۔ اس پر پھر سورۃ التغابن کی یہ آیت نازل ہوئی کہ جتنی استطاعت ہے اتنا تقویٰ تو ضروری اختیار کرو۔ اب ہر شخص کو معلوم ہے کہ اس کی کتنی استطاعت ہے۔ آگے فرمایا کہ

﴿وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۭ﴾ ’’اور خرچ کرو (اللہ کی راہ میں) یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔‘‘

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں انسان کا اپنا ہی بھلا ہے۔ جتنا اپنی اولاد، والدین، عزیز و اقارب اور دیگر مستحقین پر خرچ کرے گا اتنا ہی آخرت میں اس کے کام آئے گا۔ آگے فرمایا

﴿وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۱۶﴾ ’’اور جو کوئی اپنے جی کے لالچ سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ ہوں گے فلاح پانے والے۔‘‘

نبی اکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ تین چیزیں ہلاک کر دینے والی ہیں۔ وہ خواہشات نفس جن کی اتباع کی جائے، وہ جی کا لالچ جس کی اطاعت کی جائے اور تیسری چیز انسان کا یہ گھمنڈ کہ میں کچھ ہوں۔ یہ انسان کو ہلاک کر دینے والی چیزیں ہیں۔ ایک صحابیؓ طواف کر رہے تھے کہ اور دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ مجھے جی کے لالچ سے بچالے۔ تو کسی نے پوچھا کہ آپ صرف یہ دعا کیوں مانگ رہے ہیں دوسری دعائیں کیوں نہیں پڑھ رہے؟ تو انہوں نے اس آیت کا حوالہ دیا کہ کیا تم نے یہ نہیں پڑھی کہ جو جی کے لالچ سے بچا لیا گیا وہی کامیاب ہے۔

﴿اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝۱۷﴾ ’’اگر تم اللہ کو قرض حسنہ دو گے تو وہ اسے تمہارے لیے کئی گنا بڑھا دے گا اور تمہیں بخش دے گا۔ اور اللہ شکور (یعنی قدر دان) بھی ہے اور حلیم (یعنی بردبار) بھی۔‘‘

اللہ کے راستے میں، اس کے دین کے غلبے کے لیے مال لگانا قرض حسنہ ہے اس کا بہترین اجر آخرت میں ملے گا۔

﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۱۸﴾ ’’جاننے والا ہے چھپے اور کھلے سب کا‘ وہ بہت زبردست ہے‘ کمال حکمت والا ہے۔‘‘

یہ تھے ایمان کے ثمرات و نتائج جو ان آیات میں بیان ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کے ان ثمرات کا حامل بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

محکماتِ عالمِ قرآنی 10

1 خلافتِ آدم

34 لن ترانی نکتہ ہا دارد رقیق
اندکے گم شو دریں بحرِ عمیق

(اللہ تعالیٰ کا جواب کہ) 'تو مجھے نہیں دیکھ سکتا' کے الفاظ میں بے شمار باریک و لطیف باتیں چھپی ہوئی ہیں۔ (ذرا فرصت نکال کے) کبھی اے انسان اس جواب کی لطافتوں کے سمندر میں بھی غوطہ زنی ضروری ہے

35 ہر کجا بے پردہ آثارِ حیات
چشمہ زارش در ضمیرِ کائنات

(زندگی گزارتے ہوئے) جہاں کہیں زندگی (حرکت و جذبہ) کے آثار بے پردہ اور عیاں نظر آتے ہیں اس احساس اور مشاہدہ کے منابع اور چشمہ زار کائنات پر دل کی نگاہ سے غور و فکر میں پوشیدہ ہیں

36 در نگر ہنگامۂ آفاق را
زحمتِ جلوت مدہ خلاق را

اے آدم! تو آفاق (کائنات) میں برپا ہونے والے ہنگاموں اور طوفانوں میں غور کر اور (لذتِ طلب میں) خالق کائنات کو ظاہر ہوکر سامنے آنے کی زحمت دینے کی کوشش نہ کر

37 حفظ ہر نقش آفریں از خلوت است
خاتم او را نگیں از خلوت است

اے آدم! (ہر تحقیق وجستجو کے بعد) جو نقش قلب انسان پر بنتا ہے اس کی حفاظت صرف خلوت سے (ہی ممکن) ہے اور انسانی جد و جہد کے نتیجے میں حاصل ہونے والی (اس تحقیق و جستجو کی) لذت کی انگوٹھی کا نگینہ خلوت ہی ہے

34۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست اپنے رب کے حضور تھی شوق کی انتہا اور تحقیق وجستجو کی نادر دریافت تھی مگر اس کا کیا کیا جائے کہ اس خواہش کی تکمیل میں فاطر فطرت (جو انسان کا نبض شناس ہی نہیں محسن و مربی اور ربِّ حقیقی بھی ہے اور حقیقی نفع ونقصان کا جاننے والا بھی) کی رضا اور فیصلہ یعنی 'اِذن' بھی ضروری اور ناگزیر تھا۔ اللہ تعالیٰ کا اس معصوم خواہش کی تکمیل نہ کرنا بھی بے شمار پہلوؤں کا حامل فیصلہ ہے۔ اے انسان تھوڑی دیر اس شاہی فرمان کی باریکیوں اور مضمرات کے گہرے سمندر میں گم ہوجا اور سوچ!

35۔ مشاہدے کی دنیا میں اگر آنکھیں کھلی ہوں اور دل عبرت پذیر ہو، کان محبوب کی آواز کو پہچانتے ہوں تو اس رنگارنگ دنیا میں زندگی کے آثار ہر جگہ موجود ہیں جو اس کائنات کے خالق و مالک کی طرف رہنمائی کرتے ہیں زندگی کے آثار کا سرچشمہ اس کائنات کا ضمیر ہے اور دیدہ بینا اور گوش حق نوش ہو تو مقصود دور نہیں ہے بلکہ بے پردہ سامنے نظر آنے جیسا ہے۔

36۔ اس کائنات میں جاری 'ہنگامہ حیات' اور چہل پہل پر ذرا غور کرو اس کائنات کے ہنگاموں اور طوفانوں کے پس پردہ اس خلاق وفعال ذات کی خلاّقی اور فعالیت پر نظر کرو۔ تخلیق کنندہ یعنی خالق کائنات بلکہ 'خلاّق و علیم ☆ہستی کو 'خلوت' میں تخلیقی قدرت بروئے کار لانے دو اور اس کو زحمتِ 'جلوت' نہ دو کہ آشکارا ہوکر سامنے آجائے۔

اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کا نظر نہ آنا اور مخلوق کا سامنے ہونا دراصل معرفتِ خداوندی کے حصول کے راستہ کی ہی نشاندہی ہے۔ مخلوقات کا ہجوم اور کثرت یعنی نئی نئی تخلیقات کا ہر لحظہ سامنے آتے چلے جانا ہی خالق کو پہچاننے اور ماننے کا ایسا تیر بہدف اور اکسیر راستہ ہے کہ اگر انسان ذرا سا غافل ہوجائے تو مقصود ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ کثرت پر غور کرنا اور وحدت تک کا سفر عین معرفت الٰہی کے حصول کا سفر ہے۔ اس سفر میں فاصلے کی طوالت کی وجہ سے خلاق جہاں کو آشکار ہونے یا خلوت سے جلوت میں آنے کی درخواست ہمارے لیے عجلت پسندی کا مظہر ہے۔ جیسے خود علامہ اقبال نے کہا

ع تو سامنے آ، میں سجدہ کروں ......

یہ مقام ادب ہے اس سے زیادہ الفاظ کی گنجائش نہیں۔

37۔ اے ابن آدم! ہر تحقیق وجستجو کے بعد جو نقش بھی قلب پر آشکار ہوتا ہے اس کی حفاظت ونگہداشت خلوت گزینی کے علاوہ ممکن نہیں اور انسان کی تحقیقی مساعی کسی مرحلے پر ہوں اس تحقیق کی انگوٹھی کا نگینہ خلوت گزینی خلوت گزینی ہی ہے۔ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے بھی غار حرا میں خلوت گزینی اختیار فرمائی تھی۔ اور امت کے باصلاحیت اور برسر کار افراد کے لیے کسی حقیقی اور بامقصد جدوجہد کے لیے پہلے خلوت گزینی ناگزیر ہے۔

★ ﴿بَلٰی وَ ھُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ o﴾ (یٰسٓ:81)
"وہ تو بڑا پیدا کرنے والا (اور) علم والا ہے۔"

مذاکرات کے حوالے سے بھارت کے پہلے اقرار اور پھر انکار سے دنیا میں اس کی پوزیشن خراب ہوئی ہے۔ اس کا غصہ نکالنے کے لیے وہ سرجیکل سٹرائیک کی بات کرتا ہے: ایوب بیگ مرزا

سعودی عرب نے سی پیک منصوبے میں شراکت کا فیصلہ اپنے قومی مفاد میں کیا ہے تاہم پاکستان کے لیے یہ فیصلہ نیک شگون ثابت ہوگا: رضاء الحق

پاک بھارت اور پاک سعودیہ تعلقات کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: وزیراعظم عمران خان کے دورہ سعودی عرب کے کیا ثمرات و نتائج حاصل ہوں گے؟

ایوب بیگ مرزا: پاکستانی قوم کی ایک خاص نفسیاتی کیفیت ہے۔ وہ معاملات کو بہت اوپر لے جاتے ہیں اور جب گراتے ہیں تو بہت نیچے تک گرا دیتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ چائنہ کے ساتھ دوستی کو ہم نے ہمالیہ سے بلند اور سمندر سے گہری قرار دیا لیکن یہاں کچھ چائنیز آ گئے تو ہم نے کہنا شروع کر دیا کہ اب امریکہ چلا گیا ہے اور چائنہ آ گیا ہے اور یہاں اب نئی ایسٹ انڈیا کمپنی بننے والی ہے۔ یہ ہماری قومی نفسیات ہے۔ بہرحال سعودی عرب ایک بڑی معاشی قوت ہے۔ اس نے تعاون کیا ہے۔ سی پیک منصوبے میں پہلے مکمل طور پر چین شامل تھا لیکن اب اس میں سعودی عرب کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ یعنی اسے بھی اس منصوبے کا پارٹنر بنایا گیا ہے۔ اس میں وہ کافی بڑی انوسٹمنٹ کر رہا ہے۔ لہٰذا اس حوالے سے یہ کافی اچھا کام ہوا ہے کہ لوگوں کی یہ غلط فہمی دور ہوگئی ہے کہ سی پیک میں صرف چائنہ ہے اور کوئی نہیں ہے۔ یہ بھی شنید ہے کہ سعودی عرب نے پاکستان کو دیوالیہ ہونے سے بچانے کے لیے دس ارب ڈالر دیے ہیں۔ اس سے پاکستانی معیشت کو سہارا ملے گا۔ اسی طرح یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ تیل کی ادائیگی دو سال کے لیے ملتوی کر دی گئی ہے۔ جو بہت ہی خوش آئند ہے۔

سوال: امریکہ سی پیک منصوبے کی مخالفت کر رہا ہے جبکہ سعودی عرب امریکہ کا حلیف ہے۔ سعودی عرب کا سی پیک میں شامل ہونا امریکہ سے تعلقات میں خرابی کا باعث تو نہیں بنے گا؟

رضاء الحق: سی پیک میں کوئی ایک ملک شامل نہیں ہے۔ چائنہ نے اس کا آغاز کیا اور یہ منصوبہ OBOR کا ایک حصہ ہے۔ روس، متحدہ عرب امارات اور مصر جیسے ملک اس میں دلچسپی لے رہے ہیں اور بہت سارے پارٹنر بن چکے ہیں۔ سعودی عرب اور امریکہ کے تعلقات کو مختلف زاویوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ بہت سارے معاملات میں سعودی عرب امریکہ کی پالیسی کو فالو کرتا ہے اور بہت

مرتب: محمد رفیق چودھری

سارے معاملات ایسے بھی ہیں جو سعودی عرب کے اپنے نیشنل انٹرسٹ میں ہیں۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ امریکہ سعودی عرب کو پراکسی کے طور پر استعمال کر رہا ہے۔ کیونکہ امریکہ ابھی وہاں صرف اپنی انوسٹمنٹ کر رہا ہے۔ لیکن دوسری طرف چائنہ کو تیل کی بہت ضرورت ہے اور اس کے لیے سعودی عرب بہت اچھا آپشن ہے۔ امریکہ سعودی عرب کو سپورٹ کرتا تو ہے لیکن دوسری طرف خفیہ طور پر ایران کو بھی سپورٹ کرتا ہے۔ خاص طور پر انڈیا کے ساتھ اس کے اچھے تعلقات ہیں اور اس کے ذریعے وہ چاہ بہار پورٹ کو سپورٹ کر رہا ہے اور اس کا فائدہ ایران کو بھی ہے لیکن یہ سعودی عرب کے نقصان میں ہے۔ لہٰذا سی پیک ایک بڑے complicated گریٹر گیم کا حصہ ہے اور بہت سارے ممالک اس منصوبے میں حصہ لینا چاہتے ہیں یہاں تک کہ یورپی یونین بھی اس کے تھرو اپنی تجارت کرنا چاہتا ہے۔ امریکہ کی سپر میسی پہلے والی نہیں رہی جیسے پہلے تھی کیونکہ اب دوسری طاقتیں بھی میدان میں موجود ہیں جو اپنا کردار ادا کر رہی ہیں۔ لہٰذا بظاہر یہ لگتا ہے کہ یہ سعودی عرب کا ذاتی فیصلہ ہے اور اس نے اپنے قومی مفاد میں یہ قدم اٹھایا ہے۔ تاہم پاکستان کے لیے سعودیہ کا یہ اقدام بہت اچھا ثابت ہوگا۔

سوال: پاکستان نے سعودی عرب کو اس منصوبے میں شامل کیا ہے تو اس سے پاکستان اور چین کے درمیان تعلقات خراب نہیں ہوں گے؟

ایوب بیگ مرزا: چائنہ اس میں پہلے سے موجود ہے اور سعودی عرب ایک نئے پارٹنر کی حیثیت سے شامل ہوا ہے۔ چائنہ نے اس معاملے میں خوشی کا اظہار کیا ہے۔ کچھ دن پہلے ہمارے آرمی چیف چائنہ کے دورے پر گئے تھے اور انہیں چائنہ کے صدر نے خصوصی طور پر بلایا تھا۔ آرمی چیف نے اس کو سی پیک کی سکیورٹی کے حوالے سے مکمل بریف کیا۔ حالانکہ ہمارے آرمی چیف یہ کام ان کے آرمی چیف سے بھی کر سکتے تھے۔ لیکن چین کے صدر نے انہیں خصوصی طور پر بلا کر یہ تاثر دیا ہے کہ ہمارے اور آپ کے تعلقات پر کوئی چیز اثر انداز نہیں ہوگی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس وقت امریکہ اور چائنہ کے درمیان تجارتی جنگ اپنے عروج پر ہے اور اس حوالے سے چائنہ کو پاکستان کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ کیونکہ امریکہ کی containment of china پالیسی پاکستان کی وجہ سے ہی ادھوری پڑی ہوئی ہے۔ اگر آج پاکستان امریکہ کی رضا پر راضی ہو جائے تو پھر چائنہ کی سکیورٹی اور تجارت کو بہت خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا میں نہیں سمجھتا کہ یہ چیز پاکستان اور چائنہ کی دوستی پر اثر انداز ہو سکے گی۔

سوال: پاکستان نے انڈیا کو مذاکرات کی پیشکش کی، اس نے پہلے قبول کی لیکن بعد میں انکار کر دیا۔ اس کی کیا

وجوہات ہوسکتی ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: سب سے بڑی وجہ انڈیا کی حکومتی جماعت (بی جے پی) کے اندرونی معاملات ہیں۔ چونکہ 2014ء کے انتخابات وہ اینٹی پاکستان نعرے پر جیتے تھے اور آئندہ انتخابات میں بھی ان کا یہی پلان ہے جو وہاں چھ ماہ بعد ہو رہے ہیں۔ لہٰذا اگر وہ 2019ء کے انتخابات سے پہلے پاکستان سے مذاکرات کرتے ہیں تو یہ ان کی واقعتاً ایک حماقت ہوگی۔ پھر طیاروں کا ایک اسکینڈل بھی سامنے آیا ہے۔ حکومت نے وہ طیارے ایک ریلائنس گروپ کو دیے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ کمپنی بہت بڑی ہے لیکن طیاروں کے معاملے میں وہ بالکل نئی ہے۔ ان طیاروں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ ناکام ہو چکے ہیں اور یہ بہت مہنگا سودا ہے جو آرمی کو بائی پاس کر کے کیا گیا ہے۔ اس پر بہت زیادہ شور مچا ہوا ہے۔ اگر انڈین حکومت پاکستان کے ساتھ مذاکرات کرے گی تو اس کا یہ اقدام مشکوک ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ پاکستان کی موجودہ حکومت نے کشمیر کا مسئلہ بہت زیادہ اٹھایا ہے۔ ہمارے وزیر خارجہ نے برہان وانی شہید کو اسمبلی میں فریڈم فائٹر کہا ہے۔ پھر حکومت نے برہان وانی والا ٹکٹ بھی جاری کر دیا۔ تو ایسے اقدامات تو انڈیا کو تکلیف دیتے ہیں لہٰذا یہی وجہ ہے کہ انہوں نے مذاکرات سے انکار کر دیا۔

سوال: پاکستان کو انڈیا کے ساتھ مذاکرات کی ضرورت کیوں پیش آئی حالانکہ ہمیں پتا ہے کہ وہ ہمارا ازلی دشمن ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اسے کہتے ہیں سفارتی حملہ۔ کیونکہ مذاکرات کی بات بہت اچھی ہے۔ یہ بار بار ہونی چاہیے۔ اصل میں مودی نے عمران خان کو مبارکباد کا خط لکھا تھا جس کے جواب میں انہوں نے اس کو مذاکرات کی آفر کی۔ لیکن ساتھ ہی وزیر اطلاعات اور وزیر خزانہ نے یہ بیان بھی دیے کہ ہم تو مذاکرات میں کشمیر کا مسئلہ نہ اُٹھانے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔

سوال: عمران خان نے مذاکرات کی بنیاد دو ایشوز کو قرار دیا کہ دونوں ملکوں کے عوام کے حالات بہتر ہوں گے اور تجارت بڑھے گی۔ اسی طرح کا موقف نواز شریف اور دوسرے وزرائے اعظم بھی اپناتے رہے ہیں۔ کشمیر کا ایشو کہاں گیا؟

ایوب بیگ مرزا: پاکستان اور انڈیا کے درمیان اصل تنازعہ کشمیر کا ہی ہے۔ لہٰذا جب ہم کہتے ہیں کہ ہمارے تنازعات مذاکرات سے حل ہوں گے تو اس کا مطلب کشمیر کا تنازعہ ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح دونوں ملکوں کے درمیان جنگ نہیں ہوگی تو عوام کے حالات بہتر ہوں گے۔ پہلی حکومتیں بھی مذاکرات کرتی رہی ہیں اور غیر ضروری لچک دکھاتی رہی ہیں۔ اس حکومت نے بھی اس کا اظہار کر دیا۔ لیکن ہر حکومت کا اپنا ایک امیج ہوتا ہے۔ نواز شریف حکومت پر مذاکرات کے حوالے سے کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ ان پر اعتراض یہ ہوا تھا کہ پاکستان کا وزیر اعظم جب بھی انڈیا جاتا تھا تو کشمیری راہنماؤں کا وفد آ کر دہلی میں پاکستانی وزیر اعظم سے ملتا تھا۔ بھارت کڑوا گھونٹ پی کر اس کو اجازت دیتا تھا۔ لیکن 2014ء میں جب نواز شریف انڈیا کے دورے پر گئے تو کشمیری

> 2014ء میں جب نواز شریف انڈیا کے دورے پر گئے تو کشمیری راہنماؤں کا وفد باہر کھڑا رہا انتظار کرتا رہا اور وزیر اعظم صاحب دوسرے دروازے سے نکل کر کاروباری سلسلے میں جندل کو ملنے چلے گئے۔

راہنماؤں کا وفد باہر کھڑا رہا، اس کے لیے دروازے بند رہے ہیں اور وزیر اعظم صاحب دوسرے دروازے سے نکل کر کاروباری سلسلے میں جندل کو ملنے چلے گئے۔ اسی طرح کی دوسری حرکات کی وجہ سے نواز شریف پر اعتراض ہوا تھا۔

رضاء الحق: ہمارے سیاستدان بہت سارے قومی معاملات ذاتی سطح پر حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمارے موجودہ وزیر اعظم ایک کرکٹر کے طور پر مشہور ہیں۔ اس حیثیت میں ان کے انڈیا میں ذاتی مراسم ہیں۔ وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ میرے ذاتی تعلقات کی وجہ سے ہم اپنے دیرینہ مسائل کو حل کر لیں گے۔ جن میں کشمیر اور پانی کا مسئلہ سرفہرست ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہماری حکومت کو اپنے رویے پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے۔ وہ ایک Coordinate موقف کے ساتھ آگے بڑھیں۔ انڈیا کے بہت سارے مسائل ایسے ہیں جن کی وجہ سے وہاں کی حکومت پاکستان کے ساتھ تعلقات کو بہتر بنانے میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ وہاں تقریباً 23 کے قریب ایسی موومنٹس چل رہی ہیں جن کو دبانے کے لیے انہوں نے اپنی فوج ان پر مسلط کی ہوئی ہے۔ انڈیا میں انتہاپسندوں کی حکومت ہے۔ یہ انتہاپسند وہ ہیں جو آر ایس ایس کے دہشت گرد ہیں۔ دوسری طرف چائنہ کے ساتھ بھی انڈیا کے سرحدی معاملات خراب ہوتے جا رہے ہیں۔

ایوب بیگ مرزا: اگر دو ممالک کے درمیان دشمنی چل رہی ہو تو ان کی ایک یہ کوشش بھی ہوتی ہے کہ مخالف ملک کا امیج بین الاقوامی سطح پر زیادہ سے زیادہ خراب کیا جائے۔ پاکستان نے نوجوت سدھو کو بلایا تو اس کو آزاد کشمیر کے صدر کے ساتھ بٹھایا۔ پھر آرمی چیف نے بھی اس کو گلے لگایا جس پر انڈیا کی چیخیں نکل گئیں۔ سفارتی جنگ میں یہ اشارے ہوتے ہیں کہ کسی ملک کی حکومت کسی مسئلے کو کس سطح پر لے رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب نئی حکومت انڈیا میں آئے تو پاکستان کو پھر مذاکرات کی دعوت دینی چاہیے کیونکہ اس سے انڈیا کا امیج مزید خراب ہوگا۔ لیکن ایسا انداز نہیں ہونا چاہیے جس سے معلوم ہو کہ ہم نیچے لگنا چاہتے ہیں۔ ہمیں ہر وہ قدم اٹھانا چاہیے جس سے ہمارا امیج خراب نہ ہو۔ حالیہ مذاکرات کی آفر پاکستان نے اس وقت دی ہے جب جنرل اسمبلی کا اجلاس ہونے والا تھا۔ اس سے پاکستان کے امیج پر اچھا اثر پڑا جبکہ بھارت کے انکار سے اس کا امیج خراب ہوا ہے۔

سوال: اگر یہی مقصد تھا تو کیا جنرل اسمبلی کے اجلاس میں وزیر اعظم کو خود نہیں جانا چاہیے تھا؟

رضاء الحق: یہاں دو چیزوں کو ہمیں الگ الگ دیکھنا چاہیے۔ ان میں سے ایک ہے ڈپلومیٹک فرنٹ اور دوسری چیز ہے ہمارے کور ایشوز جن کے اوپر ہم نے کسی صورت سمجھوتہ نہیں کرنا۔ ان ایشوز میں مسئلہ کشمیر، بھارت کی آبی دہشت گردی اور اس کا پاکستان کو تسلیم نہ کرنا شامل ہے۔ ہمارے وزیر خارجہ وہاں گئے ہیں اور مختلف ملکوں کے وزراء اور صدور سے سائیڈ لائن ملاقات کی ہے۔ اگر ہمارے وزیر اعظم جاتے تو وہ بھی ملاقاتیں کرتے لیکن کوئی substantial benefit حاصل نہیں ہوسکتا تھا۔ لہٰذا ہمارے وزیر خارجہ اس دورے سے جو کچھ حاصل کر سکتے تھے وہ انہوں نے کیا۔

ایوب بیگ مرزا: وزیر اعظم سے سوال کیا گیا تھا کہ آپ کیوں نہیں جا رہے تو انہوں نے کہا کہ وہاں میرے جانے کا فائدہ کیا ہوگا۔ ہمارا موقف وزیر خارجہ بیان کر دے گا۔

سوال: لیکن وہ عالمی فورم ہے، وہاں ہمیشہ ہم نے کشمیر کا مسئلہ اٹھایا ہے اگر اس دفعہ بھی ایسا ہو جاتا تو کیا حرج تھا؟

ایوب بیگ مرزا: وہاں اکثر یہ ہوتا ہے کہ جب

پاکستان کا وزیر اعظم خطاب کر رہا ہوتا ہے تو حاضری دس فیصد سے بھی کم ہوتی ہے۔ یعنی نہ ہونے والی تعداد ہوتی ہے کوئی سنتا ہی نہیں ہے۔ لہٰذا وہاں وقت ضائع کرنے والی بات ہے۔ البتہ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ وہاں کوئی ایسی بات ہے جو نتیجہ خیز ہوسکتی ہے اور اس میں فائدہ نظر آئے تو ہر سال جانا چاہیے۔ ورنہ کبھی نہیں جانا چاہیے۔

سوال: بھارتی آرمی چیف نے پاکستان کو سرجیکل سٹرائیک کی دھمکی دی ہے اگر ایسا ہوا تو اس کے خطے پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

ایوب بیگ مرزا: پہلے بھی انہوں نے ایسا ڈرامہ رچایا تھا۔ اب بھی کوئی توقع نہیں ہے کہ وہ ایسا کریں گے۔ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ مذاکرات کے حوالے سے بھارت کے پہلے اقرار اور پھر انکار سے اس کی دنیا میں پوزیشن خراب ہوئی ہے۔ اگر کسی کی اس طرح پوزیشن خراب ہوجائے تو وہ کہیں نہ کہیں اپنا غصہ نکالتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ انڈیا کے آرمی چیف نے کہہ بھی دیا ہے کہ مذاکرات نہیں ہونے چاہئیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مذاکرات سے انکار وہاں کی اسٹیبلشمنٹ کے دباؤ کا نتیجہ ہے۔ جہاں تک ان کی دھمکی کا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ دونوں ملکوں کے عوام کو اس طرح کی کارروائیوں سے محفوظ رکھے۔ کیونکہ وہاں بھی پاکستان سے زیادہ مسلمان آباد ہیں اور غیر مسلم بھی بہر حال انسان ہیں۔ پاکستان اور انڈیا کی جنگ تقریباً ناممکن نظر آتی ہے اس لیے کہ کوئی ملک یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ وہ اس جنگ کو محدود رکھے گا۔ جنگ تو پھر جنگ ہے۔ آپ ایک چھوٹا سا بھی قدم اٹھاتے ہیں تو مخالف بہت بڑا قدم اٹھالیتا ہے اور پھر یہ سلسلہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ جب غلام اسحٰق خان کے دور میں جنگ کے حالات پیدا ہوئے تھے تو اس نے واشنگٹن کو یہ پیغام بھیجا تھا کہ ہم روایتی اسلحہ سے انڈیا کا مقابلہ نہیں کرسکیں گے لہٰذا ہم ایٹمی اسلحہ سے شروعات کریں گے۔ لہٰذا انڈین آرمی چیف کی دھمکی حماقت پر مبنی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح کی باتیں اس انسان کی پوزیشن کو خراب کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر ایک طاقتور آدمی کہتا ہے کہ میں یوں کر دوں گا۔ لیکن اس کے بعد اگر وہ کچھ نہیں کرتا تو پھر اس کی کیا پوزیشن رہ جاتی ہے۔ اگر وہ اپنی اس دھمکی پر عمل نہیں کرتے تو پھر سوچ لیں انڈین آرمی اور انڈین حکومت کی کیا پوزیشن رہ جائے گی۔

رضاء الحق: وہاں کی عسکری اور سیاسی قیادت دونوں انتہا پسند ہیں۔ وہ اس طرح کی حرکتوں سے اپنے عوام بالخصوص انتہا پسند ہندوؤں کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ ہم اینٹی پاکستان ہیں۔ تاکہ انتخابات میں عوام انہیں ووٹ دیں۔ کیونکہ انڈیا کی فوج کی سروائیول اینٹی پاکستان میں ہی ہے۔ بھارتی فوج کا بجٹ اسی فیصد اس لیے ہی ہے کہ اس نے پاکستان اور چین کے ساتھ مخاصمت کرنی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ نے انڈیا کو اس حوالے سے ڈانٹ بھی پلائی ہے کہ ہم نے آپ کو انڈو پیسیفک کا کہا تھا لیکن آپ نے کچھ نہیں کیا۔

قارئین پروگرام "زمانہ گواہ ہے" کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

دعائے مغفرت

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

☆ حلقہ پنجاب شرقی، پاکپتن کے مبتدی رفیق جناب رانا فاروق احمد وفات پاگئے۔
برائے تعزیت: 0303-9360939

☆ حلقہ سرگودھا کے مبتدی رفیق عابد شاہد کھوکھر وفات پاگئے۔
برائے تعزیت: 0305-2111887

☆ نیو ملتان کے ناظم بیت المال جناب انوار الحق بٹر کی والدہ وفات پاگئیں۔
برائے تعزیت: 0300-0991339

☆ حلقہ پنجاب جنوبی، غازی پور کے رفیق نذیر احمد بلوچ کے والد وفات پاگئے۔
برائے تعزیت: 0301-7550980

☆ نیو ملتان کے رفیق ظفر اقبال کی نومولود بیٹی وفات پاگئیں۔
برائے تعزیت: 0301-2007016

☆ حلقہ جنوبی پنجاب، خانیوال کے رفیق جناب سید اختر علی شاہ کے بیٹے وفات پاگئے ہیں۔
برائے تعزیت: 0306-7883513

☆ مقامی تنظیم گجرات کے رفیق محترم سلیمان اکبر کی نانی وفات پاگئیں۔
برائے تعزیت: 0337-4969642

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

بقیہ: فرد اور اجتماعیت

5۔ مشاورت

یعنی دوسروں سے رائے لینا۔ اس سے دوسروں میں احساس ذمہ داری پیدا ہوتا ہے۔ غور وفکر اور تبادلہ خیال کا طریقہ آتا ہے۔ خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ مشاورت میں اپنی رائے خلوص اور دلائل کے ساتھ دینے کے بعد دوسروں کی رائے کا احترام بھی ضروری ہے۔

6۔ تنقید واحتساب

کسی بھی اجتماعیت میں تنقید برائے اصلاح بہت اہم ہوتی ہے۔ لہٰذا ایسی تنقید جو برائے اصلاح ہو اس کی حوصلہ افزائی لازماً کرنی چاہیے۔ کیونکہ اجتماعیت میں کمزوریوں کا پیدا ہونا کوئی حیرت انگیز یا عجیب بات نہیں، بلکہ ایسا تو ہوتا رہتا ہے۔

☆ تنقید کی بھی کچھ حدود ہیں۔ اگر تنقید مناسب وقت، مناسب انداز، مناسب ماحول میں، مناسب طریقہ کار سے کی جائے تو فائدہ مند ہوتی ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔

☆ مخلصانہ تنقید سے کسی کو بھی بالاتر نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ جو جتنا بڑا ذمہ دار ہے اسے اتنی ہی زیادہ تنقید کو برداشت کرنے کا حوصلہ رکھنا چاہیے۔

☆ ......تنقید کرنے والے کو بھی بڑے چھوٹے کے آداب اور مراتب کا خیال رکھتے ہوئے تنقید کرنی چاہیے، کیونکہ:

جراحات السنان لها التیام ولا یلتام ماجرح به اللسان

"تلواروں کے زخم تو بھر جاتے ہیں لیکن زبان کے زخم نہیں بھرتے۔"

چھری کا، تیر کا، تلوار کا گھاؤ بھرا
لگا جو زخم زبان کا رہا ہمیشہ ہرا

☆ ......اگر کوئی غلط انداز سے تنقید کر رہا ہو تو اس کی اصلاح کرنا بھی ضروری ہے ورنہ مسلسل غلط انداز سے تنقید، اجتماعیت کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔

☆ ......غلط تنقید کرنے والوں کو بھی اس نکتے پر غور کرنا چاہیے کہ: ان کی بے جا اور حدود سے نکلی ہوئی تنقید ان لوگوں کی قدر ومنزلت میں بے جا اضافہ کر رہی ہے جو ہر وقت تعریف وتحسین کرتے رہتے ہیں۔

☆ ......ہر فرد کو اپنی اصلاح "بے دردی" سے کرنی چاہیے۔ جبکہ دوسروں کی اصلاح میں نرمی برتنی چاہیے۔

برداشت کریں؟

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

یو این جنرل اسمبلی میں ٹرمپ نے تقریر کرتے ہوئے اپنی دو سالہ حکمرانی کو امریکی تاریخ میں بہترین کارکردگی ٹھہرایا تو اس پر زوردار قہقہے لگے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ دو سال میں میری حکومت نے غیر معمولی پیش رفت کی ہے۔ بالکل بجا فرمایا ٹرمپ نے، یہ پیش رفت اور کارکردگی گریٹر اسرائیل کی پیش رفت ہے۔ عالمی سطح پر دجالی سیاست کی پیش رفت ہے۔ یہی کارکردگی کا اصل پیمانہ ہے۔ وہ کام جو کوئی نارمل امریکی صدر نہ کر پاتا وہ اس اول جلول صدر نے اپنی مخبوط الحواسی کے پردے میں کر ڈالے۔ غزہ، مقبوضہ فلسطین کے مسلمانوں سے پوچھیے، یروشلم میں امریکی سفارتخانے کی افتتاحی تقریب اور تقاریر بغور سنیئے۔ اس کلیتاً صیہونی، مذہبی تقریب میں اہل مجلس کی امریکہ کے لیے شکر گزاریاں، ثنا خوانیاں ٹرمپ کے دعوے پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہیں۔ ٹرمپ کے زیر سایہ مشرق وسطیٰ میں پالیسیوں کی بدولت آج یہودی، اسرائیلی فوج تلے مسجد اقصیٰ کی مسلسل بے حرمتی کر رہے ہیں۔ جس اقصیٰ کے تحفظ کے لیے فلسطینیوں نے نسل در نسل جوان بیٹے قربان کیے آج وہاں یہودی ڈٹ کر مذہبی رسومات کی ادائیگی کے لبادے میں گھسے چلے آتے ہیں۔ بیت المقدس کی دینی حیثیت زیروزبر ہوگئی۔ ٹرمپ نے سلطنت روم کے الٹنے سے آج تک غزوۂ تبوک، لشکر اسامہ بن زیدؓ، خالد بن ولیدؓ، سلطان محمد فاتح تا نورالدین زنگی وصلاح الدین ایوبی کے تمام بدلے چکا دیے۔ خیبر اور بنوقریظہ کا انتقام، کشنر کی سعودی عرب، امارات سے محبت کی پینگوں اور رقص و سرود کی جھنکار میں سنا جاسکتا ہے۔ روم کے خلاف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی مشکل ترین حالات میں (قیامت خیز گرمی، فاقہ کشی) لشکر کشی کا مقام تبوک، ٹرمپ کے زیر سایہ اسی تبوک میں امریکی سعودی گویوں کا مشترکہ میوزیکل کنسرٹ اس پیش رفت ہی کا افتتاحیہ تھا۔ مسلم عورت حیا کے سارے پردے چاک کر کے سیدہ فاطمہؓ، سیدہ عائشہؓ کی سرزمین پر دندناتی پھرے، حرمتوں کی ان پامالیوں سے بڑی پیش رفت کیا ہوگی؟

یو این میں ابلتے قہقہے مسلمانوں کی ہنسی اڑا رہے ہیں۔ لو کانوا تعلمون! یقین کرنے پر تیار نہیں؟ اپنی ہی دانشورانہ خوش فہمیوں یا رینڈ کارپوریشنی ڈالرزدہ تجزیوں میں کھوئے رہنا چاہتے ہیں؟ اسی امریکی لونڈی یو این کے مشیر برائے انسداد اجتماعی قتل عام کی رپورٹ کہتی ہے: شامی تعمیر نو کے لیے 50 سال درکار ہوں گے۔ انسداد کتنا موثر ہے، یہ تو خبر سے ظاہر ہے۔ ان اداروں کا کام صرف قتل عام اور بربادی و تباہی عام کے اعداد و شمار جاری کرنا ہے۔ امن، مساوات، آزادی، برداشت کے علمبردار اسی امریکہ نے اپنے شام بربادی اتحاد تلے گزشتہ چار سال میں 29 ہزار 920 حملے کیے۔ انہیں حملے کرنے کی آزادی یو این کی چھتری تلے حاصل ہے، اس سے وہ امن قائم کرتے ہیں۔ ہمارے لیے برداشت کا حکم ہے۔ جو بے شمار، اشتہاروں، اداروں، سیمیناروں، ورکشاپوں کے ذریعے ہمیں پڑھایا گیا ہے۔ شام پورا تباہ ہوگیا؟ برداشت کریں! غزہ، کشمیر خونچکاں ہے؟ برداشت کریں! جمہوریت کے واویلا کاروں کا گماشتہ آمر جرنیل سیسی نے جمہوریت کا تختہ الٹ کر اہل دین کے سینے میں خونی پنجے گاڑ دیے۔ سزائے موت، عمر قید ارزاں کر دی؟ برداشت کریں! کنٹرول لائن پر مسلسل خلاف ورزیاں، سیلابی ریلے یا خشک سالی (بھارتی ڈیموں کے ہاتھ) ہمارا مقدر ہوگئی۔ اب پاکستان کو جنگ کی دھمکیاں امریکی محبت دوستی شفقت تلے؟ برداشت کریں! لیبیا، عراق، یمن، تیونس کا حشر دیکھیں۔ برداشت کریں! ہر جگہ تعمیر نو کو اسی طرح 40،50 سال درکار ہوں گے۔ ہمارا تیل اور خون، وسائل دھن دولت لٹ گیا، بہہ گیا۔ برداشت کریں!

پوری مسلم دنیا سے چن چن کر وہ سب جو امت کا درد رکھتے تھے، جوانیاں دین کے لیے لٹانے کا حوصلہ رکھتے تھے، کفر کے مقابل سینہ تان کر کھڑے ہونے کے قابل تھے، عقوبت خانوں کی نذر کر دیے گئے۔ کل کلاں یہاں بھارت یا مصر اور غزہ کے مقابل اسرائیل، مشرق وسطیٰ میں گریٹر اسرائیل کی سپاہ تن کر کھڑی ہوگئی۔ (جو ہونی ہی ہے۔ نبی صادق فرما چکے) تو مقابلے پر کون ہوگا؟ جہاد تو دہشت گردی ہے! کرکٹ ٹیمیں، زنانہ مردانہ، بیٹ اٹھائے (اب تو افغانستان میں بھی سافٹ امیج کرکٹ ٹیم موجود ہے) مقابل ہوں گے؟ وہ ایک ابن علقمی اور نصیر الدین طوسی تھے، مستعصم کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کو اور قوم نے بھی اپنی جرم ضعیفی کی ہولناک سزا بغداد میں تاتاریوں کے ہاتھ بھگتی تھی۔ آج پوری امت دجالی دجل میں بارضا و رغبت لقمہ تر بننے کو تیار ہے۔ تاریخ لکھی پڑھی تو جاتی ہے۔ اسباق اخذ کرنے، اس کے آئینے میں آج انہی کرداروں کو پہچاننا؟ اول تو تاریخ سے یوں بھی بے خبر ہو کر، آدمیت کھو کر خر ہوئے بیٹھے ہیں، ورنہ برداشت کا سبق، ایمان کے اسباق پر غالب ہے۔

صدقِ خلیلؑ بھی ہے عشق، صبر حسینؓ بھی ہے عشق
معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق!

اس کفر پر لرزہ طاری کرنے والے عشق کی کالی سکرینوں نے ماہیت ہی بدل ڈالی ہے۔ اب گھروں سے بھاگ کر کیے جانے والا عشق، بعد ازاں بنام غیرت قتل ہو جانے والا عشق، تیزاب گردی والا عشق، خودکشیوں والا عشق ارزاں ہوگیا۔ بدر و حنین کا تذکرہ؟ جہادی لٹریچر کہلاتا اور یہ ممنوعہ بور کی کتب ہیں۔ قابل دست اندازی پولیس، چھاپہ و لاپتگی کی موجب ہیں۔ سو امت پاس نہیں کر سکتی، برداشت کرے! یہی ٹرمپ کی پیش رفت ہے۔ البتہ امریکی عوام کو کیا ملا؟ سورۃ القمر کی مسلسل وعیدیں، پے در پے عذابوں کی صورت۔ سو دیکھو لو کیسا تھا میرا عذاب اور کیسی تھیں میری تنبیہات...... سو چکھو مزا میرے عذاب کا اور میری تنبیہات کا (القمر)۔ وہ تمام تکبر، ہٹ دھرمیاں، نافرمانیاں جو الگ الگ قوموں نے کیں (عاد، ثمود، قوم نوحؑ، قوم لوطؑ، وشعیبؑ) وہ آج کی مہذب دنیا میں یک جا ہیں۔ سو سارے عذاب بھی پے در پے اور یک جا ہیں۔ اعداد و شمار یہ بھی ہیں! حتیٰ کہ 80 ہزار امریکی گزشتہ موسم سرما میں فلو وائرس سے مر گئے۔ ہم عبرت پذیری کی صلاحیت سے عاری کیا کر رہے ہیں؟ گھوم پھر کر بہانے بہانے امریکی، مغربی ایجنڈے پورے کرنے کے درپے ہیں۔ توہین رسالت ختم نبوت ایکٹ حکومت کے لیے حلق کی پھانس رہا۔ اب یہ نادر چال کہ توہین رسالت کا مقدمہ درج کروانے والے کو مکمل ثبوت نہ دینے پر سزائے موت کی تجویز! جو عقل و خرد کے سادہ پیمانوں پر بھی پوری نہیں

اترتی۔ قانون ہر جا پہلے ہی ایسے مجرم کو ہتھیلی کا پھپھولا بنا کر ہر ممکن تحفظ دے رہا ہے۔ جب سنگ بستہ اور سگ آزاد ہوں تو پھر قادریؒ اٹھے اور سگوں کو گولی مار دے تو ماتم بپا ہو جاتا ہے کہ قانون ہاتھ میں لے لیا!

مزید اقدامات مدارس کے نظام تعلیم پر شب خون مارنے کو ہیں۔ یہ بھی کوئی حکیم مغرب سے پوچھے کہ نظام اور نصاب تعلیم تو آپ کے ہاں بدلنے کی ضرورت ہے۔ آپ کیا پیدا کر رہے ہیں؟ سیاسی سطح پر ٹرمپ جیسے خونخوار، اخلاقی سطح پر ''می ٹو'' تحریک پوری تہذیب کا ایکسرے پیش کر رہی ہے۔ اخلاقی بحران گراوٹ کی ان حدوں کو چھو رہا ہے جو بحرِ مردار کو بھی شرما دے۔ خود ہمارے ہاں عصری تعلیم کیا نتائج دے رہی ہے؟ نہ اردو نہ انگریزی نہ ریاضی (Maths) نہ سائنس صرف ہاؤ ہو، ہلا گلا، پک نک پارٹیاں، برائیڈل شو، مخلوط رقص (اعلیٰ نجی سکولوں کی ہم نصابی سرگرمی!) بے حیائی، کم لباسی۔ پرفارمنگ آرٹس کے نام پر یونیورسٹیوں کالجوں میں ناچ گانے، تھیٹر ڈراموں کے شعبہ جات، ٹیوشن سینٹر، اکیڈیمیوں کے جال بچھے ہیں، مگر معیار تعلیم فری فال کی صورت نیچے جا رہا ہے۔ والدین پیسہ لٹاتے ہلکان۔ منشیات کا روز افزوں رجحان، کم عمری میں نفسیاتی مریض (ڈپریشن، ٹینشن، خودکشی) تعلیم عنقا، لسانی تنظیمیں جامعات میں آئے دن برسرپیکار۔ امتحانی نظام؟ نقل، پیپر آؤٹ ہونے، بوٹی مافیا۔ تعلیم کا بھرم اگر قائم ہے تو مدارس میں۔ درجِ بالا بلاؤں میں سے کوئی ایک بھی مدارس کو لاحق ہے؟

یکساں نظام تعلیم؟ ہاں! عصری تعلیم اداروں کے مسائل کے حل اور کردار سازی کے لیے مکمل تطہیر درکار ہے۔ مدارس کے تعلیمی اجزاء سکولوں، کالجوں، جامعات میں شامل کرنے کی ہنگامی ضرورت ہے۔ اردو زبان، دوقومی نظریہ، کردار سازی، صبر و تحمل، احترام، ایثار، محبت، محنت لگن یکسوئی، مدارس کے ہاں وافر ہے۔ قرآن کے زیر سایہ ہونے، دارِ ارقم اور صفہ کے چبوترے کے مکرم استاد سے فیض پانے کی بنا پر۔ عصری تعلیم درست نہ ہوئی تو آئندہ نسلیں موبائلوں کی توتلی زبان بولتی، لکھنے کی صلاحیت سے عاری اور مغلظات، سر پھٹول کے سوا کسی لائق نہ ہوں گی۔ ''می ٹو'' تحریکیں مرد وزن کی الگ الگ یہاں بھی چلیں گی۔ دنیا و آخرت میں منہ دکھانے کے قابل نہ ہوں گے۔ واقعی نظام تعلیم اور نصاب بدلنے کی اشد ضرورت ہے، مگر عصری تعلیم کے تمام اداروں میں۔

رفقاء متوجہ ہوں ان شاء اللہ

''دار الاسلام مرکز تنظیم اسلامی، 23-کلومیٹر ملتان روڈ (نزد چوہنگ)، لاہور'' میں
12 تا 14 اکتوبر 2018ء (بروز جمعہ نمازِ عصر تا اتوار نمازِ ظہر)

مدرسین ریفریشر کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ مدرسین رفقاء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0321-4369865

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 79-35473375(042)

رفقاء متوجہ ہوں ان شاء اللہ

''دار الاسلام مرکز تنظیم اسلامی، 23-کلومیٹر ملتان روڈ (نزد چوہنگ)، لاہور'' میں
19 تا 21 اکتوبر 2018ء (بروز جمعۃ المبارک نمازِ عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

نقباء کورس (نئے و متوقع نقباء کیلئے)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0321-4369865

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 79-35473375(042)

رفقاء متوجہ ہوں ان شاء اللہ

''مسجد جامع القرآن کمپلیکس پیہونٹ نزد نیلور اسلام آباد'' میں
21 تا 27 اکتوبر 2018ء (بروز اتوار نمازِ عصر تا بروز ہفتہ نمازِ ظہر)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ رفقاءِ ان موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں: ☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ اسلام کا انقلابی منشور

اور

امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

26 تا 28 اکتوبر 2018ء (بروز جمعۃ المبارک نمازِ عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء و نقباء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 051-4434438, 0333-5127663

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 79-35473375(042)

فرد اور اجتماعیت

سید عبدالوہاب شیرازی

پہلی بات:

☆ زمین اپنے محور کے گرد گھومتی ہے،(یعنی اپنا کام کر رہی ہے) زمین اپنی اس گردش کے دوران سورج کے گرد بھی گھومتی ہے۔

☆ زمین اپنی اس انفرادی حیثیت کے ساتھ ساتھ ایک اجتماعی نظام ''نظام شمسی'' کا بھی حصہ ہے۔اور وہ پورا نظام شمسی بھی (اپنے سیاروں اور چاندوں سمیت) رواں دواں ہے، پھر وہ بھی اپنے سے بڑی ایک اور اجتماعیت ''کہکشاں'' کا حصہ ہے۔پھر یہ کہکشائیں بھی اپنے سے بڑی ایک اور اجتماعیت ''گلیکسی'' کا حصہ ہیں۔الغرض ہر کرہ حرکت میں بھی ہے اور کسی اجتماعیت کا حصہ بھی ہے۔

اسی طرح دنیا کی ہر چیز اپنی انفرادی حیثیت کے ساتھ ساتھ کسی اجتماعیت کا حصہ بھی ہے۔چاہے وہ درخت ہوں یا پھل، پھول، پودے۔ چرند، پرند، درند ہوں یا خشکی تری کے جاندار وغیرہ۔ ہر کوئی کسی نا کسی اجتماعیت کا حصہ ہے۔اس سے معلوم ہوا کائنات کا مزاج اجتماعیت والا ہے۔

دوسری بات:

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ﴾ (التوبہ:119)

''اے ایمان والو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سچوں کے ساتھ جڑ جاؤ۔''

اس آیت کریمہ میں دو باتوں کا حکم ہے:

1۔انفرادی سطح پر تقویٰ اور خدا خوفی پیدا کرو۔2۔اس کے ساتھ ساتھ سچے اور نیک لوگوں کے ساتھ جڑ جاؤ۔

یعنی اپنی ذات میں تقوے والی زندگی (جس میں فرائض، واجبات اور اللہ رسول ﷺ کی اطاعت ۔اور حرام اور نافرمانی سے بچتے ہوئے) گزارو۔

لیکن بات یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ سچے اور نیک لوگوں کے ساتھ جڑنا بھی شروع کرو، اکیلے نہ رہو۔

تیسری بات:

آخرت کا منظر اور سین: قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَکُلُّھُمْ اٰتِیْهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَرْدًا﴾ (مریم:95)

''اور وہ سب کے سب قیامت والے دن اکیلے اکیلے آئیں گے۔''

یعنی قیامت والے دن اللہ کے حضور پیشی انفرادی ہوگی، ایک ایک فرد کو اکیلے اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر حساب کتاب دینا ہوگا، وہاں پیشی قوموں، قبیلوں، جماعتوں کی شکل میں نہیں ہوگی، کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکے گا۔وہاں اپنے ہی اعمال کام آئیں گے، کوئی دوسرا کسی کے کام نہیں آئے گا، نہ اپنی ذمہ داری کسی دوسرے پر ڈالی جا سکے گی۔ یہاں تک کہ شیطان پر بھی ذمہ داری نہیں ڈالی جا سکے گی حالانکہ دنیا میں وہ بہکاتا بھی رہا۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث میں یہ بات بھی واضح کر دی گئی ہے کہ انسان کو اعمال صالحہ کی حفاظت اور پابندی کے لیے پاکیزہ اجتماعیت کا حصہ بننا بھی ضروری ہے۔کیونکہ اکیلا انسان ہمیشہ خطرے میں رہتا ہے۔ جیسے اکیلے کو چور ڈاکو آسانی سے لوٹ سکتے ہیں اور آٹھ دس کو لوٹنا مشکل ہوتا ہے۔اسی طرح دین ایمان کے ڈاکو شیاطین اور انسان نما شیاطین بھی اکیلے آدمی کا دین ایمان آسانی سے لوٹ لیتے ہیں جبکہ جہاں ''کونوا مع الصادقین'' کے حکم پر عمل کرتے ہوئے چند سچے اور نیک لوگ اپنی اجتماعیت قائم کر دیں ان کو لوٹنا یا گمراہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔لہٰذا فرد اور اجتماعیت کے اپنے اپنے دائرے ہیں۔

اجتماعیت کی اہمیت

☆ ((عَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَةِ، وَاِیَّاکُمْ وَالْفُرْقَةَ، فَاِنَّ الشَّیْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ، وَھُوَ مِنَ الْاِثْنَیْنِ اَبْعَدُ)) (ترمذی)

''تم جماعت کو لازم پکڑو، اور فرقہ فرقہ ہونے سے بچو۔ کیونکہ شیطان اکیلے کے ساتھ اور دو سے دور ہوتا ہے۔''

☆ ((یَدُاللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَةِ، وَمَنْ شَذَّ شَذَّ اِلَی النَّارِ)) (ترمذی)

''اجتماعیت اور جماعت کے ساتھ اللہ کی مدد ہوتی ہے، اور جو جماعت سے کٹا وہ جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔''

☆ ((اِنَّہٗ لَا اِسْلَامَ اِلَّا بِجَمَاعَةٍ وَلَا جَمَاعَةَ اِلَّا بِاِمَارَةٍ وَلَا اِمَارَةَ اِلَّا بِطَاعَةٍ)) (سنن الدارمی)

''جماعت کے بغیر کوئی اسلام نہیں۔اور امیر کے بغیر کوئی جماعت نہیں۔ اور اطاعت امیر کے بغیر کوئی امارت نہیں۔''

☆ ((مَنْ مَاتَ وَلَیْسَ فِی عُنُقِهٖ بَیْعَةٌ مَاتَ مِیْتَةً جَاھِلِیَّةً)) (رواہ مسلم)

''جو اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں (امیر جماعت کی) بیعت کا قلادہ نہ ہوا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔''

یعنی بغیر جماعت اور بغیر بیعت امیر کے زندگی گزارنا اسلام سے پہلے جاہلیت کے دور کی باتیں ہیں، اسلام نے اپنا ایک نظام دیا ہے جس میں ہر فرد اجتماعیت کی لڑی میں پرویا ہوا اور امیر کی بیعت میں بندھا ہوا ہے، شتر بے مہار کی طرح کوئی نہیں۔

☆ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''قرآن میں ''حبل اللہ'' سے مراد جماعت اور اجتماعیت ہے۔

☆ یہ بات مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان فطرتاً اجتماعیت پسند ہے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام جنت میں بھی اکیلے اداس اداس تھے لیکن جب حضرت حوا کو پیدا کیا گیا تو تب ان کی اداسی ختم ہوئی کیونکہ اب دو افراد کی چھوٹی سی اجتماعیت قائم ہوگئی۔ اس سے یہ بھی پتا چلا کے اجتماعیت پسندی فطرت انسانی میں رکھی ہوئی ہے۔

☆ انسان گروہوں، قبیلوں، اور جماعتوں کی شکل میں رہنا پسند کرتا ہے۔ چنانچہ تاریخ انسانی ہمیں یہی بتاتی ہے کہ انسان ہمیشہ مل جل کر رہتے رہے ہیں۔

☆ ماہرین نفسیات بھی کہتے ہیں: ایک طرف انسان میں ''انا'' خودی اور انفرادیت ہے تو دوسری طرف اجتماعیت کا

حصہ بننا بھی پسند کرتا ہے۔

☆اسلام میں ایک طرف اپنی ذات اور اعمال کا ذمہ دار انسان کو خود قرار دیا گیا ہے تو دوسری طرف اجتماعیت کے ساتھ جڑے رہنے کا حکم بھی اسلام نے ہی دیا ہے۔

حاصل سبق

اگر کوئی فرد بہت متحرک ہو لیکن کسی اجتماعیت کا حصہ نہ بنے تو یہ مطلوب نہیں، کیونکہ یہ فطرت کے خلاف بھی ہے اور اسلام کے خلاف بھی۔

اگر کوئی فرد ساکت ہو لیکن ساتھ ہی کسی اجتماعیت کا حصہ بن جائے تو یہ بھی پسندیدہ نہیں کیونکہ اپنی ذات اور اعمال کا وہ خود ذمہ دار ہے۔

ایک فرد اپنی ذات میں کتنا ہی متقی کیوں ہو لیکن قرآن اسے سچوں کے ساتھ جڑنے کا حکم دیتا ہے تا کہ یہ انفرادی نیکی کسی بڑے اجتماعی نظام کے قیام میں حصہ ڈال سکے۔

ایک فرد نافرمان ہو، بدی کے راستے پر چل رہا ہو، لیکن ساتھ وہ کسی اجتماعیت کا حصہ بن کر یہ سمجھے کہ یہ اجتماعیت مجھے آخرت میں بچالے گی تو یہ بھی اس کی بھول ہے۔

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

اجتماعیت مضبوط کیسے ہوتی ہے؟

﴿اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ﴾ (الصف)

’’بے شک اللہ کو وہ لوگ محبوب ہیں جو اس کی راہ میں صف بنا کر ایسے قتال کریں جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار۔‘‘

یہ بہت جامع آیت ہے جس میں کئی سبق مضمر ہیں:

1۔ یقاتلون:............ اللہ کو اپنے بندوں میں سے وہ بندے محبوب ہیں جو اس کی خاطر اس کی راہ میں جان کی بازی لگانے اور خطرات مول لینے کے لیے تیار بیٹھے ہوں۔

2۔ فی سبیل اللہ............. وہ بندے شعوری طور پر سوچ سمجھ کر اس کی راہ (فی سبیل اللہ) میں قتال کریں۔ نہ کہ کسی اور راہ یا کسی اور مقصد کے لیے۔

3۔ صفا.......... یعنی وہ بدنظمی اور انتشار کا شکار نہ ہوں بلکہ مضبوط تنظیم کے ساتھ صف بستہ ہو کر لڑیں۔ یعنی وہ منظم اجتماعیت میں پروئے ہوئے ہوں۔ صرف بھیڑ یا رش نہ ہو بلکہ انتہائی منظم اور ڈسپلن کی پابند اجتماعیت والے ہوں۔

4۔ بنیان مرصوص........... کوئی بھی اجتماعیت اس وقت تک سیسہ پلائی ہوئی دیوار نہیں بن سکتی جب تک چار صفات پیدا نہ ہوں:

1۔ عقیدے اور نصب العین میں مکمل اتفاق: اگر اس میں اختلاف ہوگا تو مضبوطی قائم نہیں رہ سکتی لہٰذا ایک عقیدے پر جمع ہونا اور ایک مقصد پر فوکس کرنا ضروری ہے۔

2۔ ایک دوسرے پر اعتماد: ایک دوسرے کے خلوص پر اعتماد کرنا، نہ کہ شک کیا جائے۔ اگر اعتماد نہیں ہوگا تو یہ اجتماعیت سیسہ پلائی ہوئی دیوار نہیں بن سکتی۔

3۔ اخلاق اور احترام کا اعلیٰ معیار: اگر یہ نہیں ہوگا تو نہ ایک دوسرے کی محبت پیدا ہوگی اور نہ عزت و احترام۔ نتیجتاً آپس میں ہی تصادم کا خطرہ ہے۔

4۔ اپنے مقصد اور نصب العین کے ساتھ عشق اور ایسا جذباتی لگاؤ جو سب کچھ قربان کرنے کے لیے آمادہ کر دے۔

یہ وہ اوصاف تھے جو صحابہ کرامؓ کی جماعت میں پیدا ہوئے تو دنیا کی بڑی بڑی طاقتیں ان سے ٹکرا کر پاش پاش ہوگئیں۔

یہ وہ اوصاف تھے جو اجتماعیت کو مضبوط بناتے ہیں۔ البتہ جہاں تک تعلق ہے اجتماعیت کو قائم رکھنے والی بنیادوں کا تو وہ مندرجہ ذیل ہیں:

اجتماعیت کو قائم رکھنے والی بنیادیں

1۔ بیعت

بیعت کا معنی ہے عہد و پیمان۔ حضور ﷺ اور خلفائے راشدین ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت لیتے تھے۔ عام عہد باہمی رضامندی سے منسوخ ہو سکتے ہیں لیکن بیعت شرعی منسوخ نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ ایک دیہاتی نے بیعت کی اور مدینہ میں آباد ہو گیا، پھر آب و ہوا موافق نہ آئی تو جاتے ہوئے بیعت کو منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا لیکن حضور ﷺ نے یہ مطالبہ رد فرما دیا، اس نے بار بار بیعت کی منسوخی کا مطالبہ کیا لیکن حضور ﷺ نے قبول نہیں فرمایا۔

2۔ سمع و طاعت

اطاعت فی المعروف واجب ہے۔ علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں: ’’اگر امیر خود تو فاسق و فاجر ہو لیکن معروف کا حکم کرے، یہاں تک کہ معروف مباح کا حکم بھی کرے تو اس کی اطاعت واجب ہے۔‘‘

حضور ﷺ نے فرمایا: اگر تمہارا امیر ’’حبشی‘‘ ’’غلام‘‘ ’’کان ناک کٹا‘‘ ہو تو بھی اطاعت کی جائے۔ (مسلم)

چنانچہ آپ ﷺ نے امیر کی اطاعت کو اطاعت الٰہی قرار دیا۔

3۔ نصح و خیر خواہی

یہ دونوں طرف سے ضروری ہے۔ مامور اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے اور امیر زیادتی اور ظلم نہ کرے۔ چنانچہ جہاں ایک طرف مامور کو ہر حال میں اطاعت امیر کا حکم دیا گیا ہے وہی امیر کو بھی وعیدیں سنائی گئی ہیں۔ فرمایا:

’’جس امیر نے رعیت کے ساتھ دھوکہ کیا اس پر جنت حرام ہوگی۔‘‘ (مسلم)

’’جس امیر نے رعیت کو مشقت میں ڈالا اللہ اسے مشقت میں ڈالے گا اور جس نے نرمی برتی اللہ اس سے نرمی برتے گا۔‘‘ (مسلم)

☆اگر امیر میں کمزوریاں ہوں تو شرعی حدود اور ادب واحترام کے دائرے میں رہتے ہوئے ان کو دور کرنے کی اسی طرح کوشش کرے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادیا، چنانچہ فرمایا:

جو شخص کسی امیر یا صاحب منصب کو نصیحت کرنا چاہے تو اعلانیہ نہ کرے، بلکہ اس کا ہاتھ پکڑے اور تنہائی میں (ون ٹو ون ملاقات، یا متعلقہ فورم پر) کرے۔ اگر تو وہ قبول کر لے تو ٹھیک، ورنہ نصیحت کرنے والے نے اپنا فرض ادا کر لیا۔

4۔ عدل وانصاف

کسی بھی اجتماعیت کو قائم رکھنے کے لیے ’’عدل‘‘ بنیادی پتھر ہے۔ اس کے بغیر اجتماعیت بکھر جاتی ہے۔ اسی لیے فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ﴾ (النحل:4)

’’بے شک اللہ عدل واحسان کا حکم دیتا ہے۔‘‘

احادیث میں عادل حکمران کے بارے فرمایا:

’’یوم محشر وہ عرش کے سائے تلے ہوگا‘‘۔

عمر بن عبدالعزیزؒ نے کعب القرظی سے پوچھا عدل کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا:

’’تم چھوٹوں کے حق میں باپ بن جاؤ، اور بڑوں کے حق میں بیٹا بن جاؤ اور ہمسروں کے حق میں بھائی بن جاؤ‘‘۔

(باقی صفحہ 11 پر)

قرآنی عربی اور اس کے دقیق نکات

مرتضیٰ احمد اعوان

15 ستمبر 2018ء کو شعبہ تحقیق اسلامی کے زیر اہتمام بسلسلہ توسیعی محاضرات قرآنی ایک تقریب منعقد کی گئی۔ جس میں نامور دینی سکالر ڈاکٹر صہیب حسن بن مولانا عبدالغفار حسنؒ لندن سے تشریف لائے تھے۔ انہوں نے ''قرآنی عربی اور اس کے دقیق نکات'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ تقریب میں کلیۃ القرآن کے اساتذہ وطلبہ اور رجوع الی القرآن کورس کے طلبہ نے شرکت کی۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض کلیۃ القرآن کے استاد مولانا محمد فیاض نے سرانجام دیے۔ تقریب کا آغاز تلاوت کلام پاک سے کیا گیا جس کی سعادت قاری حسین احمد (استاذ کلیۃ القرآن) نے حاصل کی۔

صدر انجمن ڈاکٹر ابصار احمد نے مہمان مقرر کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر صہیب حسن ہمارے بہت ہی پرانے دوست اور استاد ہیں۔ ان کے والد بزرگوار مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ کا شمار جماعت اسلامی کی صف اول کے لیڈروں میں ہوتا تھا۔ ڈاکٹر صہیب حسن صاحب نے 1963ء میں دار المقامہ ساہیوال (منٹگمری) میں ہمیں عربی پڑھائی تھی۔ لیکن آپ کو مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ مل گیا لہٰذا آپ وہاں چلے گئے۔ ان کی جگہ پھر ان کے والد مولانا عبدالغفار حسن ہمیں پڑھانے کے لیے آئے۔ ڈاکٹر صہیب حسن صاحب تقریباً چالیس سال سے انگلستان میں مقیم ہیں اور دیار غیر میں اسلام کی اشاعت اور دعوت کا کام جس سرگرمی سے کر رہے ہیں وہ بہت ہی قابل تحسین ہے۔ انہوں نے برمنگھم یونیورسٹی سے سنن ابن ماجہ پر ایم اے کیا اور بعد میں اسی یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کے صاحبزادے ڈاکٹر اسامہ حسن اور صاحبزادی خولہ حسن وہاں کے الیکٹرانک اور سوشل میڈیا پر اسلام کی دعوت کا کام بہت عمدہ طریقے سے سرانجام دے رہے ہیں۔ اسلام کے حوالے سے وہاں جو مباحثے ہوتے ہیں ان میں ان کا کردار بہت نمایاں ہے۔ مجھے اس پر بہت خوشی ہوئی کہ اب دیار غیر میں بھی ایسے لوگ ہیں جو اسلام کے حقیقی اور بنیادی تصور کو دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

مہمان خصوصی ڈاکٹر صہیب حسن نے ''قرآنی عربی اور اس کے دقیق نکات'' کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے قرآنی آیات کی روشنی میں عربی کے مترادف الفاظ کی چند مثالیں بیان کیں:

پہلی مثال: عربی میں اخوان اور اخوۃ دونوں جمع کے صیغہ کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن ان دونوں میں یہ فرق ہے کہ اگر ایک ہی باپ کے دو بیٹے ہوں تو اس کے لیے لفظ اخوۃ استعمال کیا گیا جبکہ اخوان کا لفظ تمام مسلمانوں کے لیے عمومی طور پر استعمال ہوا ہے۔ لیکن سورۃ الحجرات میں الفاظ (انما المومنون اخوۃ) میں اخوۃ کا لفظ کیوں آیا ہے؟ اس میں دقیق نکتہ یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ مومنین سے کہہ رہے ہیں کہ ''تم سگے بھائیوں کی طرح ہو''۔

دوسری مثال: زوج اور امرأۃ کے الفاظ بیوی کے لیے بولے جاتے ہیں۔ اگر میاں بیوی دونوں مومن ہوں تو ان کے لیے زوج کا لفظ ہے جبکہ کافر میاں بیوی یا پھر ایسا جوڑا جن کے درمیان آپس میں موافقت نہ ہو تو ان کے لیے امرأۃ کا لفظ استعمال کیا گیا۔ قرآن میں زوج کے لیے ایک تیسرا لفظ ''بعل'' استعمال ہوا جو فوقیت کے لیے بولا جاتا ہے۔ یعنی اگر شوہر کا اپنی بیوی پر فوقیت کا اظہار ہو تو وہاں بعل کا لفظ استعمال ہوگا۔

تیسری مثال: ہماری زبان میں سال کا لفظ ہے جس کے لیے عربی میں چار الفاظ استعمال ہوتے ہیں یعنی سنین، عام، حول اور حجج۔ ان سب کا مطلب سال ہے۔ لیکن عربی میں ان کے دوسرے معانی بھی ہیں مثلاً سنہ کا دوسرا مطلب قحط ہے، اس لفظ میں شدت پائی جاتی ہے۔ جبکہ لفظ عام کے اندر فراوانی پائی جاتی ہے۔ یعنی رزق کا کثرت سے آنا۔ حول لفظ تحول سے ہے۔ جس کا مطلب ہے حالت کے اندر تبدیلی، تغیر یا انقلاب کا پیدا ہو جانا۔ قرآن میں یہ صرف دو چیزوں کے لیے استعمال ہوا ہے موت کے بعد اور طلاق کے بعد۔ کیونکہ ان دونوں چیزوں میں حالات میں تبدیلی پائی جاتی ہے۔ اسی طرح لفظ حجج ہے جس کی واحد حجۃ ہے اس کا مطلب ہے قصد کرنا، زیارت کے لیے آنا۔

چوتھی مثال: اکملت اور اتممت، کسی چیز کا کامل اور مکمل ہونا اور اس میں کوئی اضافہ نہ ہونا۔ مثلاً نبی اکرم ﷺ کے آنے کے بعد دین مکمل ہو گیا اب اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا جائے گا۔ جبکہ اتممت کا لفظ کسی نعمت کے لیے بولا جاتا ہے، کیونکہ اللہ کی نعمتوں میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

پانچویں مثال: اتی اور جاء میں فرق، اتی میں سہولت پائی جاتی ہے یعنی کوئی چیز سہولت، آسانی اور بغیر مشقت کے آجائے اس کے لیے لفظ اتی استعمال ہوا۔ جبکہ جاء کے اندر مشقت کے ساتھ آنا ہے۔

چھٹی مثال: عربی میں اگر ایک حرف کا بھی اضافہ کر دیا جائے تو معنی میں اضافہ ہو جاتا ہے اور ایک حرف کے اندر کمی کر دی جائے تو معنی کے اندر کمی آجاتی ہے۔ مثال کے طور پر خسر، خسارہ اور خسران تین الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔ جہاں خسر آیا ہے وہاں مطلب ہوگا خسارہ لیکن جہاں خسارہ آیا ہے وہاں اس کے ساتھ یزید کا صیغہ بھی لگایا گیا یعنی زیادہ خسارہ۔ اسی طرح جہاں خسران کا لفظ آیا وہاں بہت زیادہ خسارہ کے مطلب کے ساتھ آیا ہے۔

ساتویں مثال: تقدیم اور تاخیر کے معاملے میں حکمت کیا ہے۔ یعنی قرآن میں جو الفاظ پہلے آئے ہیں ہمیں عمل کے وقت ان کو فوقیت دینی چاہیے۔ قرآن میں آیا کہ (ان الصفا والمروہ) نبی کریم ﷺ نے عمرے کے موقع پر فرمایا کہ چونکہ اللہ نے صفا کا ذکر پہلے کیا ہے لہٰذا ہم بھی صفا سے شروع کریں گے۔ یعنی آپ ﷺ نے صفا کو فوقیت دی۔ اسی طرح قرآن میں السمیع والبصیر، سمع وبصر، اسمع وابصر جیسے الفاظ میں سننے کا ذکر پہلے جبکہ دیکھنے کا ذکر بعد میں ہے۔ اس کی حکمت آج کل ڈاکٹر حضرات جانتے ہیں کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ پہلے سماعت کو پیدا کرتے ہیں اور پھر بعد میں بصارت کو پیدا کرتے ہیں۔

آٹھویں مثال: قرآن میں جہاں مال اور نفس کا ذکر ہے وہاں مال کا ذکر پہلے اور نفس کا بعد میں ہے۔ کیونکہ جہاد ایک مشکل اور شاق عمل ہے، خاص طور پر نفس کے ساتھ جہاد یعنی بنفس نفیس جہاد میں شریک ہونا۔ بہت سارے لوگ اس پر قادر نہیں ہوتے اس لیے اللہ نے کہا کہ جو آسان عمل ہے اسی سے شروع کرو۔ کیونکہ مال سے جہاد ہر کوئی کر سکتا ہے۔

کلیۃ القرآن کے ناظم اعلیٰ حافظ عاطف وحید نے اپنے مختصر خطاب میں کہا کہ میں انجمن خدام القرآن اور کلیۃ القرآن کے تمام اساتذہ اور طلبہ کی طرف سے معزز مہمان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے قرآنی عربی کے اہم نکات ہمیں سکھائے۔ آپ حضرات نے جس دلچسپی اور لگن کے ساتھ معزز مہمان کی گفتگو سنی، میں سمجھتا ہوں کہ اس کا سبب وہ حقیقت ہے جو حدیث نبویؐ میں بیان ہوئی ہے کہ ((هُوَ الَّذِىْ لَا تَزِيْغُ بِهِ الْاَهْوَاءُ وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْاَلْسِنَةُ وَلَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا يَخْلَقُ عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ وَلَا تَنْقَضِىْ عَجَائِبُهٗ)) یہ کیفیت اس قسم کی محافل میں آجاتی ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ڈاکٹر صہیب صاحب آئندہ بھی جب لاہور تشریف لائیں گے معرفت وحکمت سے مملو باتوں سے ہمیں مستفید کریں گے۔ جزاک اللہ!

صدر انجمن ڈاکٹر ابصار احمد نے اپنے اختتامی کلمات میں فرمایا کہ ہماری فقہی تاریخ کے مختلف ادوار رہے ہیں۔ ایک دور میں دارالاسلام اور دارلکفر کی تقسیم رہی ہے۔ لیکن اس وقت ہم گلوبل دنیا میں رہ رہے ہیں اور لوگ معاش اور دعوت اسلامی کے سلسلے میں مختلف ممالک میں جا کر آباد ہو رہے ہیں۔ یہ ایک نیا دور ہے اور ہمیں بھی کچھ Rethinking کرنی چاہیے۔ ڈاکٹر صہیب حسن اسی کے تحت چالیس سال سے دیار غیر میں مقیم ہو کر اسلام کی خدمت کر رہے ہیں۔ کیونکہ یہ سمجھتے ہیں کہ تمام ممالک اللہ کے ہیں یہ زمین اللہ کی ہے۔ لہٰذا ہمیں قرآن وحدیث کی دعوت کو چہار دانگ عالم میں پھیلانا ہے۔ اور یہ اسی کے لیے کوشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو قبول فرمائے۔ میں ان کا اور آپ سب حضرات کا ازحد شکر گزار ہوں۔

امیر تنظیم اسلامی کی مصروفیات

(13 ستمبر سے 26 ستمبر 2018ء تک)

13 ستمبر جمعرات صبح 09:00 بجے دارالاسلام مرکز میں مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس کی صدارت کی۔ 14 ستمبر جمعہ صبح 09:30 بجے قرآن اکیڈمی میں جماعت اسلامی اور جمعیت علمائے اسلام کی طرف سے تشریف لائے ہوئے بعض مرکزی ذمہ داران کے ساتھ ان کی خواہش پر ملاقات کی۔ اس ملاقات میں محترم خلجی صاحب اور محترم ایوب بیگ صاحب بھی امیر تنظیم کے ہمراہ تھے۔ 15 ستمبر ہفتہ تقریباً 12:00 بجے دوپہر اسلام آباد روانگی ہوئی۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق بعد از نماز مغرب اسلام آباد میں مدثر رشید صاحب سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں ناظم اعلیٰ صاحب بھی موجود تھے۔ 16 ستمبر اتوار صبح 09:30 بجے پیپونٹ میں حلقہ اسلام آباد کے ملتزم رفقاء کے اجتماع میں شرکت کی۔ خطاب کا آغاز درس قرآن سے کیا۔ بعد ازاں رفقاء کے سوالات کے جوابات بھی دیے۔ سوال وجواب کی یہ نشست کئی گھنٹوں پر محیط تھی۔ اس موقع پر خلجی صاحب بھی موجود تھے۔ رات 10:00 بجے لاہور واپسی ہوئی۔ 17 ستمبر پیر صبح 10:00 تا 2:15 بجے دن دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی میں گزارا۔ اسی دوران پھالیہ سے آئے رفیق تنظیم ڈاکٹر مشتاق احمد سے تفصیلی ملاقات کی۔ 18 ستمبر منگل کا دن قرآن اکیڈمی میں گزارا۔ 19 ستمبر بروز بدھ تقریباً 10:25 تا 2:15 دن دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی میں گزارا۔ 20 ستمبر جمعرات دارالاسلام مرکز میں مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس کی صدارت کی۔ 22 ستمبر ہفتہ دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی میں توسیعی عاملہ کے اجلاس کی صدارت کی۔ بعدازاں دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی میں دین حق ٹرسٹ کے بورڈ آف گورنرز کے اجلاس کی صدارت کی۔ یہ اجلاس نماز ظہر کے بعد بھی جاری رہا۔ بعد نماز عصر دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی میں مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس کی صدارت کی۔ 23 ستمبر اتوار صبح 0 09:0 بجے تا رات 09:00 بجے دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی میں مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس کی صدارت کی۔ 24 ستمبر پیر کو صبح دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی میں توسیعی عاملہ کے اجلاس کی صدارت کی۔ 25 ستمبر منگل تقریباً 10:30 تا 02:15 دن دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی میں گزارا۔ اسی روز بعد از نماز عشاء قرآن اکیڈمی میں حلقہ لاہور غربی کی مجلس شوریٰ کے ساتھ تفصیلی ملاقات کی۔ اس موقع پر ناظم اعلیٰ اور نائب ناظم اعلیٰ بھی موجود تھے۔ 26 ستمبر بدھ دن قرآن اکیڈمی میں گزارا۔

دعائے صحت کی اپیل

حلقہ کراچی وسطی کی مقامی تنظیم ملیر کے رفیق جناب محمد ظہیر کی اہلیہ شدید بیمار ہیں۔

برائے بیمار پرسی: 0312-6924337

اللہ تعالیٰ مریضہ کو شفائے کاملہ، عاجلہ، مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

داعی رجوع الی القرآن بانی تنظیم اسلامی

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کے شہرۂ آفاق دورۂ ترجمہ قرآن پر مشتمل

بیانُ القرآن

ترجمہ و مختصر تفسیر

خاص ایڈیشن

دیدہ زیب ٹائٹل • امپورٹڈ آفسٹ پیپر • بڑے سائز میں • عمدہ طباعت • مضبوط جلد

سات جلدوں پر مشتمل مکمل سیٹ کی قیمت: 4000 روپے

عوامی ایڈیشن

کتابی سائز • پیپر بیک بائنڈنگ • امپورٹڈ بک پیپر • عمدہ طباعت • دیدہ زیب ٹائٹل

چھ جلدوں پر مشتمل مکمل سیٹ کی قیمت: 2200 روپے

مکتبہ خُدّام القرآن لاہور

36-K، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون 3-35869501(042)

سیرتِ مطہرہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے دلپذیر موضوع پر

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے فکر کا نچوڑ

سیرتِ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام

سیرت طیبہ پر ڈاکٹر صاحب کی زندگی کے آخری خطابات کا مجموعہ

جو قبل ازیں قسط وار ہفت روزہ ندائے خلافت کے صفحات کی زینت بن چکا ہے

اب کتابی صورت میں چھپ کر آ گیا ہے

عمدہ طباعت • دیدہ زیب ٹائٹل • صفحات: 240 • قیمت: 180 روپے

خود مطالعہ کیجیے
دوستوں کو تحفتاً پیش کیجیے

ملنے کا پتہ

مکتبہ خُدّامُ القُرآن لاہور

قرآن اکیڈمی، 36 کے، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 03-35869501(042)

فیکس: 35834000(042) ای میل: maktaba@tanzeem.org

ویب سائٹ: www.tanzeem.org

The State of Madinah: Factual Requisites...

Just like the blessed person of the Holy Prophet *(SAAW)* is the *Uswatun Hasanah*, i.e., "the best example and model (to follow)", the Islamic **State of Madinah** is "the **best example and model** (to follow)" for all subsequent states in the future of human history, because a system of social welfare was conceived and established in light of the vivid edicts of the Qur'an and Sunnah in the Islamic State of Madinah. The Caliph Umar *(RA)* used to institute a "court" during the Days of Pilgrimage *(Hajj)* in order to provide Justice for All. While flogging the son of the governor of Egypt, he *(RA)* uttered the historic words, **"People have been begotten by their mothers as free; since when did you start making them slaves?"** The Caliph *(RA)* used to keep an eye of accountability vigilantly on all government personnel. Whenever a grievance was filed against any government employee, he *(RA)* used to investigate the matter promptly.

It is the responsibility of a genuine Islamic state to protect its citizen from all forms of oppression and injustice, and to ensure that every person, whether rich or poor, influential or otherwise (an ordinary citizen), be afforded the fundamental right to get access to complete justice, without any cost (price). Every citizen was equal in the eyes of the law. There is no clause of "exemption" in the Islamic Law. The Islamic State of Madinah was free from all kinds of **vulgarity, indecency, obscenity, the profane culture of dance, partying** and **all other kinds of impropriety.** The social environment at large had been purified and refined by ordaining that both men and women ought to keep their gaze lowered at all times. Women were ordered to observe veil (covering of the body and head) [Ref*: Surahs An-Nur and Al-Ahzab*]. Moreover, the detailed structure of the Islamic cultural and social fabrics was ordained by providing an exhaustive list of *Mahram* (marriageable) and *non-Mahram* (unmarriageable). According to Islam, the state is the guardian of every such citizen who does not have any guardian (keeper). Adequate arrangements were made regarding nutrition (food and drink), healthcare and education of all citizens. The Islamic state is responsible for providing employment opportunities for all citizens, while simultaneously also responsible to provide for the basic necessities of those who are unemployed, until they get employment. Moreover, there are numerous examples of provisions and benefits of various kinds for children in an Islamic state.

The ideology of "Circulation of Wealth" and its trickle-down effect to the masses is a fundamental pillar of the economic system of Islam, as stated in the Qur'an in the following words, **"And what Allah restored to His Messenger from the people of the towns - it is for Allah and for the Messenger and for [his] near relatives and orphans and the [stranded] traveler - so that it will not be a perpetual distribution among the rich from among you. And whatever the Messenger has given you - take; and what he has forbidden you - refrain from. And fear Allah; indeed, Allah is severe in penalty."** [Ref*: Al-Hashr, Verse 7*]. Therefore, income received from Zakat, alms and charity,

Maal-e-Fay (received from non-Muslims who have submitted to the state), and other sources was spent on the welfare and prosperity of the have-nots amongst the masses and on development projects directed at the general benefit of all people – so much so that within a few years the economic situation had improved to such a standard that while there were queues of people awaiting to give Zakat and Alms, yet there was no one who was is need (people had become self-sufficient). **The Islamic state strictly prohibited all such methods and devices that could lead to the concentration of wealth among an elite few, such as riba, stockpiling during times of shortage in supply *(Ihtikar)*, hoarding, exorbitant pricing and profiteering, etcetera.** Furthermore, after the prohibition of riba was revealed in absolute terms, the Holy Prophet *(SAAW)* nullified all agreements made on the basis of riba-based business transactions. In short, it was the aforementioned principles (embedded in the religio-moral-civilizational ethos) on the basis of which the State of Madinah began to be duly referred to as "The Islamic State of Madinah based on Social Welfare for all".

The most fundamental and sacred right of a citizen is that the state ought to guarantee and then assert the responsibility of protecting his/her life, property and dignity, and pledge that neither would the state infringe upon the aforementioned itself, nor would the state let anyone else to overrun and trespass it.

The *raison d'etre* (the fundamental reason for existence) of an Islamic State is to establish and implement the *Deen* of Allah *(SWT)*. Hence, based on that *raison d'etre,* the state ought to guarantee to every citizen that it would not give any such command, order or directive, under any circumstance, which would cause opposition or rivalry against (the Will and Commands of) Allah *(SWT)* and His *(SWT)* Messenger *(SAAW)*.

Additionally, men and women are equal as citizens in an Islamic state, though there are differences with regards to their roles in the society, spheres of action, as well as their rights and duties. Once the underlying reasons for these "differences" are comprehended, there remains no misconception and doubt regarding the subject.

It also has to be understood that the "Law of the Land" in an Islamic state would, naturally as well as rationally, be the Islamic Law – otherwise there would be no sense in referring to it as "an Islamic state". Having detailed that, the state and its laws are not allowed to interfere with the religious beliefs, rites and sacraments, customs, norms and social values, and the Personal Laws of the non-Muslim minorities living in the state's ambit. Protection of the life, property and dignity of non-Muslim citizens of an Islamic state is guaranteed in the same way as the Muslim citizens.

These fundamental principles mentioned above were adopted and implemented by the Holy Prophet *(SAAW)* as the elementary skeleton and framework for the "State of Madinah" that revolutionarily transformed the fragmented city of *Yathrib* into *"Madinah tun-Nabi"* – the first Islamic Welfare State – and by following that *Uswah* (example and model) we can transform Pakistan into an Islamic Welfare State on lines similar to the (Islamic) State of Madinah, and only then can we become prosperous and successful in this world and in the Hereafter.

<u>Note</u>: Written by the Nida-e-Khilafat Team

Vol: 27 Regd. No. C.P.L NO.114 No.39

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

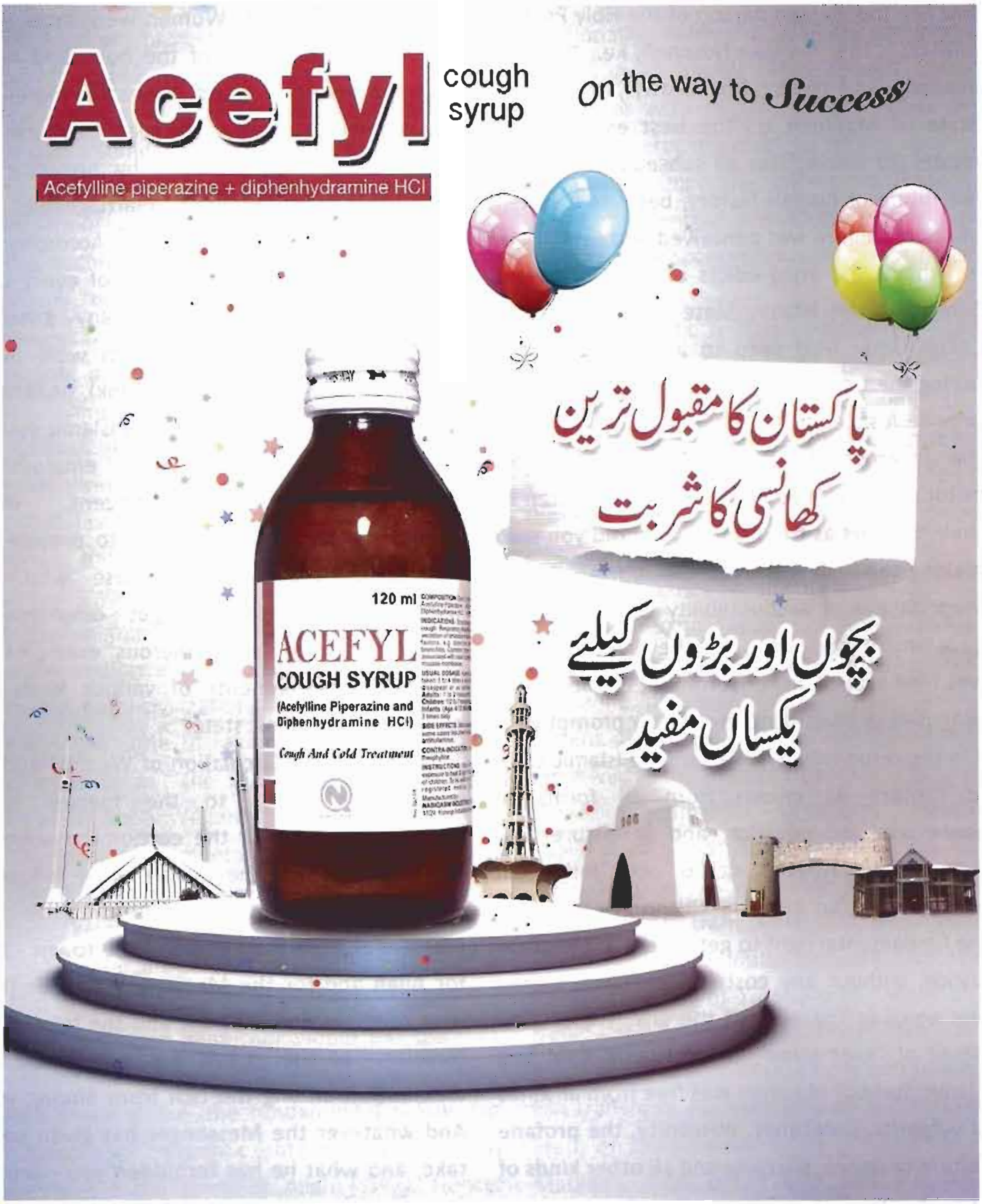

PHARMA

NABIQASIM INDUSTRIES (PVT) LTD
5th Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road, Karachi-Pakistan
Email: info@nabiqasim.com website: www.nabiqasim.com UAN 111-742-762

your Health our Devotion